نضّر اللّٰہ امرءً اسمع منّا حدیثاً فحفظہ حتّٰی یبلغہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



ماہنامہ

اشاعۃ الحدیث

حضرو

بانی

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

شمارہ نمبر 138 | جمادی الاولیٰ 1438ھ | فروری 2017ء

''جماعت اہل حدیث کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ وہ جملہ مصائب، ابتلاء اور اتہامات سے بے نیاز ہو کر ہمیشہ حق کی حمایت کرتی رہی، اس نے اپنے تصورات و اعتقادات، عبادات و معاملات، اقتصادی اور سیاسی مسائل غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں کتاب و سنت کو پیشِ نظر رکھا اور اس معاملہ میں قطعاً مداہنت سے کام نہیں لیا اور نہ ہی حق کے معاملہ میں کسی لومۃ لائم کا خوف کیا، جس کو کتاب و سنت کی روشنی میں حق سمجھا اس کا ڈنکے کی چوٹ پر اظہار کیا۔ حق کی راہ میں ناقابل برداشت اذیتیں جھیلیں، ذاتی مفادات و شخصی اغراض، لالچ و طمع، حرص و ہوائے نفسانی ان کو اپنے ٹھوس موقف سے ایک انچ بھی ہٹا نہ سکی۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے رشتہ و ناطہ جوڑا اور ان کے مقابلہ میں اور جو بھی رشتے ہی کیوں نہ ہوں ان سب کو چھوڑ دیا۔''

(مقالات راشدیہ، از محدث محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ: ۱/ ۱۷۵)



احسن الحدیث | فقہ الحدیث | توضیح الاحکام | فضائل و مناقب | تحقیق و تنقید



مکتبۃ الحدیث حضرو، اٹک پاکستان

تعارف

جامعہ اہل الحدیث حضرو ضلع اٹک

- عرصہ دراز سے محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی زیرِ نگرانی دینِ حنیف کی خدمت میں مصروف عمل رہا ہے۔
- جامعہ سے اب تک بیسیوں حفاظ، علماء اور محققین فیض یاب ہو چکے ہیں جو ملک و بیرونِ ملک دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔
- جامعہ ہذا محدث العصر رحمہ اللہ کی وفات کے بعد اسی منہج کے مطابق علمی فروغ کے لیے کوشاں ہے۔

ادارے میں درج ذیل شعبہ جات قائم ہیں

تحفیظ القرآن
کم سے کم مدت میں پختہ منزل کے ساتھ قرآن مجید حفظ کرایا جاتا ہے اور بچوں کی تربیت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ یہ شعبہ ماہر اساتذہ کی نگرانی میں کامیابی کی طرف گامزن ہے۔

تجوید القرآن
جس میں اصولِ تجوید کے مطابق مشق، حدر اور منزل پختہ کرانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

درسِ نظامی
چھ سالہ کورس، وفاق المدارس السلفیہ کے نصاب کے عین مطابق ہے۔ عصری علوم کا ذوق رکھنے والے ذہین وفطین طلباء کی بھرپور حوصلہ افزائی اور مکمل راہنمائی کی جاتی ہے۔

جامعہ عائشہ للبنات
جس میں طالبات کی تعلیم وتربیت کے لیے چار سالہ درس نظامی کا کورس ہے۔

تحقیق وتصنیف
اس شعبے میں اہم موضوعات پر کتاب وسنت کی روشنی میں تحقیق وتنقیح کے بعد کتابیں تصنیف کی جاتی ہیں جو ایک عرصے سے خوش اسلوبی کے ساتھ یہ فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔

لائبریری
ملک کی چند اہم اور بڑی لائبریریوں میں اس کا شمار ہوتا ہے جس میں حدیث، تفسیر، اسماء الرجال، تاریخ، ادب اور دیگر کئی موضوعات پر نادر کتب موجود ہیں۔ جگہ کی تنگی کے باعث لائبریری کو مزید وسعت دی جا رہی ہے، دوسرے فلور کی تعمیر کا آغاز عنقریب ہو رہا ہے جو یقیناً احباب کی توجہ کا حامل پروجیکٹ ہے۔ بعض موضوعات پر ریسرچ کرنے کے لیے دور دراز سے آنے والے ریسرچرز کی رہائش اور کھانا ادارے ہی کے ذمے ہے۔

دار الافتاء
روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے مسائل کا حل کتاب وسنت کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ خط کتابت، انٹرنیٹ اور فون کے ذریعے سے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیئے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں بعض حضرات بنفس نفیس حاضر ہوتے ہیں اور قلبی اطمینان کے بعد واپس جاتے ہیں۔

مجلہ اشاعۃ الحدیث
خالص کتاب وسنت کی دعوت پر مبنی ہے جو عرصہ بارہ (۱۲) سال سے مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ متلاشیانِ حق کے لیے مشعل راہ ہے اور بے شمار لوگ اس کے ذریعے سے دعوتِ حق قبول کر چکے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس رسالے کو ہر سو عام کیا جائے اور اس کی مسلسل اشاعت کے لیے بھرپور تعاون کیا جائے۔

المعلن: حافظ شیر محمد الاثری مدیر جامعہ اہل الحدیث حضرو
0300-5288783

Account No: 0120022544 Branch Code: 0105 Allied Bank Hazro

138

نضر اللہ امرءًا اسمع منا حدیثًا فحفظہ حتی یبلغہ

ماہنامہ

اشاعۃ الحدیث

حضرو

جلد: 13 | جمادی الاول 1438ھ | فروری 2017ء | شمارہ: 02

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ



بانی

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مدیر

حافظ ندیم ظہیر

معاون مدیر

نصیر احمد کاشف

قیمت

فی شمارہ 30 روپے

سالانہ 500 روپے

مع محصول ڈاک پاکستان

بذریعہ ایزی پیسہ

ID Card No:
37405-0348363-7
Mobile:
نصیر احمد کاشف: 0301-4112248

خط کتابت

مکتبۃ الحدیث حضرو، اٹک پاکستان

ishaatulhadith@gmail.com

ishaatulhadith.com ishaatulhadith

0300-8663828

ناشر حافظ شیر محمد الاثری 0300-5288783 مقامِ اشاعت مکتبۃ الحدیث حضرو ضلع اٹک



اس شمارے میں



تفسیر سورۂ مائدہ (۳۸۔۴۰)

﴿ وَالسَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ○ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾ (المائدة: ٣٨۔٤٠)

''چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت، پس ان دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، اس کے بدلے میں جو ان دونوں نے کمایا، اللہ کی طرف سے عبرت کے لیے اور اللہ سب پر غالب کمال حکمت والا ہے۔ پھر جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرے تو بلاشبہ اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا، بے شک اللہ بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔ کیا تو نے نہیں جانا کہ بلاشبہ اللہ ہی ہے جس کے پاس آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

فقہ القرآن:

☆ دین اسلام میں جرائم کی روک تھام کے لیے انتہائی اقدامات کیے گئے ہیں، ڈاکا زنی کی سزا کے بعد چوری کرنے والے کی بھی سزا متعین کر دی گئی ہے۔

☆ کسی دوسرے شخص کا مال کسی محفوظ جگہ سے اس کی اجازت کے بغیر چھپا کر لے جانے کو سرقہ کہتے ہیں۔ اس طرح چوری کرنے والے کا مال مسروقہ اگر نصاب کو پہنچ جائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے مگر چوتھائی دینار پر یا اس سے زیادہ میں۔''

(صحیح مسلم: ١٦٨٤، صحیح بخاری: ٦٧٨٩)

اس حدیث سے واضح ہو گیا ہے کہ اگر کوئی اس سے کم مالیت کی چوری کرے گا تو اس کا

ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، لیکن چوری ایک کبیرہ گناہ ہے جس سے ہر صورت بچنا ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ......» ’’اللہ تعالیٰ چوری کرنے والے پر لعنت کرے۔‘‘ (صحیح بخاری: ٦٧٩٩)

☆ اگر کوئی شخص باغ میں سے اپنے کھانے کی حد تک پھل وغیرہ توڑ لیتا ہے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، تاہم قاضی کوئی سی سزا تجویز کر سکتا ہے، نیز دیکھیے سنن ابی داود (۴۳۸۸، ۴۳۸۹، ۴۳۹۰) وغیرہ۔

☆ ﴿ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ﴾ لفظ: ’’نکال‘‘ سے مراد ایسی سزا ہے جسے دیکھ کر دوسرے بھی عبرت حاصل کریں اور اقدام جرم سے باز رہیں، یعنی چوری کی حد نافذ کرنے میں جہاں چور کے اس گناہ کا کفارہ ہے وہاں معاشرہ ایسے مزید گناہوں سے پاک ہو جائے گا۔

☆ قرآن مجید میں عام اسلوب تو یہی ہے کہ عموماً خطاب مردوں کو ہوتا ہے اور اس میں خواتین بھی تبعاً شامل ہوتی ہیں، جیسے نماز و زکوٰۃ سے متعلق احکام وغیرہ، لیکن چوری اور زنا کی سزا میں علیحدہ سے عورتوں کا بھی ذکر کیا، کیونکہ یہ معاملہ حدود کا ہے اور اس سلسلے میں قیل و قال کے ہر رخنے کو بند کر دیا گیا ہے۔

☆ قاضی یا حاکم کے پاس لے جانے سے پہلے صاحبِ مال اگر چور کو معاف کرنا چاہے تو کر سکتا ہے لیکن جب معاملہ عدالت میں پہنچ جائے گا تو ہر صورت ہاتھ کاٹا جائے گا۔

سیدنا صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، مَیں مسجد میں سو رہا تھا اور مجھ پر ایک منقش اُونی چادر تھی جس کی قیمت تیس درہم تھی۔ ایک آدمی نے آ کر چپکے سے وہ کھسکا لی، پھر وہ شخص پکڑا گیا اور نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے حکم دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: کیا محض تیس درہم کے بدلے میں آپ اس کا ہاتھ کاٹیں گے؟ میں یہ (چادر) اسے فروخت کرتا ہوں اور قیمت کی ادائیگی ادھار کر لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ’’تم نے یہ سب اسے میرے پاس لانے سے پہلے کیوں نہ کیا۔‘‘ (سنن أبي داود: ٤٣٩٤ و سنده حسن)

☆ حدود اللہ کے سلسلے میں نہ کسی کی سفارش کرنی چاہیے اور اگر کوئی کر دے تو وہ ہرگز قبول

نہیں کرنی چاہیے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مخزومیہ عورت نے قریش کو پریشان کر دیا جس نے چوری کی تھی۔ انھوں نے کہا: کون ہے جو اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے بات کرے اور نہ کوئی اس کی جرأت کر سکتا ہے، سوائے رسول اللہ ﷺ کے محبوب سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کے، چنانچہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بات کی۔ آپ نے فرمایا: ’’کیا تم اللہ کی حدوں میں سے کسی حد میں سفارش کرنی چاہتے ہو؟‘‘ پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: ’’اے لوگو! تم سے پہلے لوگ صرف اسی لیے گمراہ ہوئے کہ ان میں سے جب کوئی صاحب مرتبہ چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا اور جب کوئی کمزور (غریب) چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے۔ اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) نے بھی چوری کی ہوتی تو محمد (ﷺ) اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتے۔‘‘ (صحیح بخاری: ٦٧٨٨)

☆ ﴿ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ ...... ﴾ یعنی جس نے چوری کے بعد توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا جس سے اخروی معاملات بہتر ہو جائیں گے، لیکن توبہ کے باوجود ہاتھ کاٹا جائے گا، کیونکہ اس سے چوری کی حد ساقط نہیں ہوتی۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک چور سے متعلق) فرمایا: ’’اسے لے جاؤ، اس کا ہاتھ کاٹ دو، پھر اسے داغ دو، پھر میرے پاس لاؤ۔‘‘ اس کا ہاتھ کاٹا گیا، پھر اسے آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا: ’’اللہ سے توبہ کر۔‘‘ اس نے کہا: میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ’’اللہ تیری توبہ قبول کرے۔‘‘ (المستدرك للحاكم: ٤/ ٣٨١ و سنده حسن)

☆ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: جب چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، پھر وہ توبہ کر لے تو اس کی گواہی قبول ہوگی اور ہر وہ شخص جس پر حد لگ چکی ہو، اگر توبہ کر لے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔ (صحیح بخاری، تحت حدیث: ٦٨٠١)

☆ ﴿ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ...... ﴾ یعنی جمیع مملوک کا مالک اور ساری کائنات کا حقیقی و سچا بادشاہ اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، جسے چاہے عذاب دے اور جسے چاہے بخش دے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ٣/ ١٠٥، طبع الرسالة)

اضواء المصابیح

فقہ الحدیث

بَابُ الْحَيْضِ

حیض سے متعلق مسائل

الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

٥٤٥: عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: اِنَّ الْيَهُوْدَ كَانُوْا اِذَا حَاضَتِ الْمَرْاَةُ فِيْهِمْ لَمْ يُؤَاكِلُوْهَا، وَلَمْ يُجَامِعُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ، فَسَأَلَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ النَّبِيَّ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ﴾ اَلْاٰيَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «اِصْنَعُوْا كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا النِّكَاحَ» فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْيَهُوْدَ، فَقَالُوْا: مَا يُرِيْدُ هٰذَا الرَّجُلُ اَنْ يَّدَعَ مِنْ اَمْرِنَا شَيْئًا اِلَّا خَالَفَنَا فِيْهِ، فَجَآءَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَّعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ فَقَالَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ الْيَهُوْدَ يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا، اَفَلَا نُجَامِعُهُنَّ؟فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا، فَخَرَجَا، فَاسْتَقْبَلَتْهُمَا هَدِيَّةٌ مِّنْ لَّبَنٍ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاَرْسَلَ فِيْ اٰثَارِهِمَا، فَسَقَاهُمَا فَعَرَفَا اَنَّهٗ لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۵۴۵) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ یہودی، جب ان کی کوئی عورت حائضہ ہوتی تو نہ وہ اس کے ساتھ (بیٹھ کر) کھانا کھاتے اور نہ ان کے ساتھ گھر میں اکٹھے رہتے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ نے (اس بارے میں) آپ سے دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ﴾ ''وہ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں۔'' (البقرۃ:۲۲۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جماع کے سوا سب کچھ

کرو۔'' یہودیوں تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے کہا: یہ آدمی کیا چاہتا ہے کہ ہمارے دین کی ہر بات میں ہماری مخالفت ہی کرتا ہے۔ (بعدازاں) سیدنا اسید بن حضیر اور سیدنا عباد بن بشیر (رضی اللہ عنہما) نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یقیناً یہودی اس اس طرح کہتے ہیں تو کیا ہم ان سے (حالت حیض میں بھی) جماع نہ کر لیا کریں؟ (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا حتیٰ کہ ہم نے سمجھا، آپ ان دونوں سے ناراض ہو گئے ہیں تو وہ دونوں (وہاں سے) چل دیے۔ ان کا سامنا نبی کریم ﷺ کے لیے دودھ کا ہدیہ (لانے والے) سے ہوا۔ آپ نے کسی شخص کو ان کے پیچھے بھیجا، پھر ان کو (بلوا کر) دودھ پلایا تو وہ دونوں سمجھ گئے کہ آپ ان سے ناراض نہیں ہیں۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم: ١٦/ ٣٠٢ (٦٩٤)

فقہ الحدیث:

① حیض کے لغوی معنی: سیلان، بہنا اور بہاؤ کے ہیں، اس سے مراد وہ خون ہے جو کسی بالغ عورت کو بغیر کسی بیماری کے ہر ماہ مخصوص ایام میں شرم گاہ سے آتا ہے۔

② دین اسلام میں خواتین کو خصوصی مقام و مرتبے سے نوازا گیا ہے جو دیگر ادیان میں ناپید ہے۔ درج بالا حدیث سے واضح ہے کہ کس طرح یہود ایام مخصوصہ میں عورت سے حقارت آمیز رویہ اپناتے تھے جبکہ اسلام نے انہیں عزت دی، لیکن افسوس! اس کی کما حقہ قدر نہیں ہو رہی۔

③ حدیث بھی وحی الٰہی ہے اور قرآن مجید کی بہترین و حقیقی تفسیر ہے۔ ﴿فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ﴾ ''حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ۔'' (البقرۃ:۲۲۲) کو حدیث کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا۔ اگر یہاں حدیث کو نظر انداز کر دیا جائے تو لامحالہ یہودیانہ رَوِش اختیار کرنی پڑے۔ (والعیاذ باللّٰہ)

④ ''جماع کے سوا سب کچھ کرو۔'' میں ان منکرین حدیث ولبرل قسم کے لوگوں کا رد ہے جو

اپنے خودساختہ معنی ومفہوم کے ذریعے سے عامۃ الناس میں یہ بات پھیلاتے رہتے ہیں کہ بخاری ومسلم میں حالت حیض میں بھی جماع کی اجازت ہے۔

⑤ جن لوگوں نے خودساختہ دین بنارکھا ہے یا بدعات واختراعات میں پڑے ہوئے ہیں، انھیں جب بطور اصلاح کوئی بات بتائی جاتی ہے تو وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ''یہ آدمی ہر بات میں ہماری مخالفت ہی کرتا ہے۔'' حالانکہ وہ خود کتاب وسنت کی مخالف راہ چل رہے ہوتے ہیں۔

⑥ واضح ثابت شدہ نصوص کے مقابلے میں اپنی رائے پیش کرنا قطعاً جائز نہیں۔

⑦ حالت حیض میں بیوی سے جماع کرنا حرام ہے، تاہم اس کے ساتھ لیٹنا، بوس وکنار کرنا اور دیگر فائدے حاصل کرنا جائز ہے، جیسا کہ مذکورہ حدیث پر علامہ نووی نے بایں الفاظ باب قائم کیا ہے: "بَابُ جَوَازِ غَسْلِ الْحَائِضِ رَأْسَ زَوْجِهَا وَ تَرْجِيْلِهِ وَ طَهَارَةِ سُؤْرِهَا، وَالِاتِّكَاءِ فِي حِجْرِهَا وَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِيْهِ" ایام مخصوصہ میں عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے خاوند کا سر دھوئے اور اسے کنگھی کرے، اس کا جھوٹا پاک ہے اور اس کی گود میں سر رکھ کر قرآن مجید پڑھنا بھی جائز ہے۔''

⑧ نبی کریم ﷺ کا حسن اخلاق بہت ہی اعلیٰ اور بے مثال ہے۔

٥٤٦: وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ، وَكِلَانَا جُنُبٌ، وَكَانَ يَأْمُرُنِيْ، فَاَتَّزِرُ، فَيُبَاشِرُنِيْ وَاَنَا حَائِضٌ، وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ اِلَيَّ وَ هُوَ مُعْتَكِفٌ، فَاَغْسِلُهُ، وَاَنَا حَائِضٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(۵۴۶) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اور نبی کریم ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کر لیتے، جبکہ ہم جنبی ہوتے تھے۔ (بعض اوقات) آپ مجھے حکم دیتے تو میں ازار باندھ لیتی، پھر آپ میرے ساتھ لیٹ جاتے، جبکہ میں حائضہ ہوتی۔ (اسی طرح کبھی) آپ حالت

اعتکاف میں اپنا سر مبارک میری جانب کر دیتے تو میں اسے دھو دیتی جبکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔ متفق علیہ

تخریج: متفق علیه، صحیح بخاری: ۲۹۹۔ ۳۰۱؛ صحیح مسلم: ۱/ ۲۹۳ (۶۷۹)

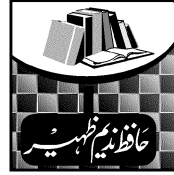
فقه الحدیث:

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تین مختلف پہلو بیان کیے ہیں جو مختلف اوقات میں واقع ہوتے رہتے تھے۔

② میاں بیوی جنبی ہونے کے باوجود ایک ہی برتن سے غسل کر سکتے ہیں، ان کی جنابت پانی پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

③ مباشرت سے صرف جماع مراد لینا درست نہیں، یہاں اس سے مراد محض جسم سے جسم ملانا، یعنی مل کر سونا ہے اور یہ حالت حیض میں جائز ہے۔ ازار باندھنے سے بھی جماع کی نفی ہو رہی ہے۔

④ صفائی کی غرض سے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے حالت اعتکاف میں سر دھویا جا سکتا ہے بلکہ غسل بھی کیا جا سکتا ہے کیونکہ کسی صحیح حدیث میں اس کی ممانعت ثابت نہیں اور اگر ممکن ہو تو بیوی سے معاونت لی جا سکتی ہے، یعنی حجرۂ اعتکاف اور گھر کے درمیان پردے یا کھڑکی وغیرہ کی آڑ ہو تو ایسا ممکن ہے۔



توضیح الاحکام

سوال وجواب — تخریج الاحادیث — حافظ ندیم ظہیر

سوال: ایک حدیث میں آیا ہے کہ جمعہ کے دن اور اس کی رات کو فوت ہونے والا شخص عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے، کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ رہنمائی فرما کر اجر عظیم پائیں۔

(حافظ محمد فواد، ساہیوال)

جواب: اس مفہوم کی روایت درج ذیل کتب احادیث میں موجود ہے:

سنن الترمذی (١٠٧٤) مسند احمد(٢/ ٢٢١) المعجم الکبیر للطبرانی(١٣/ ٦٧ح ١٦٤) المعجم الاوسط للطبرانی(٣١٠٧) المنتخب (مسند عبد بن حمید: ٣٢٣) اثبات عذاب القبر للبیهقی (١٥٣) الجمعة و فضلها للمروزی(١١ ، ١٢) تعزیة المسلم لا بن عساکر(١٠٦) وغیرہ۔

ان میں سے بعض کی سند پر کلام ہے، لیکن ایک سند حسن لذاتہ بھی ہے، چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ((مَنْ مَاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ وُقِيَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ)) ''جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات فوت ہو جائے تو اسے عذاب قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔''

(المنتخب: ٣٢٣، مسند احمد: ٢/ ٢٢١)

راویانِ حدیث کا تعارف:

(١) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما (صحابیِ رسول)

(٢) حُیَی بن ہانی، ابو قبیل المعافری المصری

صدوق . (التقریب: ١٦٠٦) یہ صدوق حسن الحدیث ہیں، انہیں امام احمد رحمہ اللہ جیسے جمہور محدثین نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے۔

(٣) معاویہ بن سعید تجیبی

یہ حسن الحدیث راوی ہیں، انہیں مجہول یا ضعیف کہنا درست نہیں ہے۔

حافظ ابن حبان نے انہیں کتاب الثقات (٨/ ١٦٦) میں ذکر کیا اور ابن یونس المصری (تاریخ: ١٣٠٩) نے ''غزیر الحدیث'' قرار دیا، جبکہ الاکمال لا بن ماکولا (١/ ٥٢٦) میں ''عزیز الحدیث'' منقول ہے۔ اس وضاحت کے بعد انہیں مجہول کہنا کسی صورت درست نہیں۔ بعض نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ معاویہ بن سعید کو امام دارقطنی نے ضعیف کہا ہے، لیکن امام دارقطنی کی کسی بھی کتاب سے معاویہ مذکور کی تضعیف نہیں ملی، البتہ علامہ ابن زریق (متوفی ٨٠٣ھ) کی کتاب "من تکلم فیه الدارقطنی فی کتاب السنن الضعفاء" (ص ١٣٣) میں لکھا ہوا ہے کہ "قال الدارقطنی: معاویة بن سعید ضعیف" حالانکہ سنن الدارقطنی کے کئی مختلف نسخے دیکھنے کے باوجود یہ عبارت کہیں نظر نہیں آئی اور نہ ان کے کسی شاگرد نے ہی نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام دارقطنی کی طرف اس تضعیف کی نسبت میں نظر ہے۔

تنبیہ: ایک روایت: ((الْجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ قَرْيَةٍ......)) (سنن الدارقطنی: ١٥٧٧) کے بعد امام دارقطنی فرماتے ہیں: "الولید بن محمد الموقري متروك ولا يصح هذا عن الزهري، کل من رواه عنه متروك" لیکن اس کے عموم سے معاویہ بن سعید خارج ہیں، کیونکہ امام زہری سے عام طور پر یہ روایت کرنے والے ولید بن محمد اور حکم بن عبداللہ بن سعد ہیں اور امام دارقطنی ان کی روایات کے بعد ان کا نام لے کر انہیں متروک قرار دیتے ہیں، جبکہ معاویہ بن سعید کی روایت میں ان سے صرفِ نظر کرتے ہوئے محض یہ فرمایا: "لا يصح هذا عن الزهري" اور یہ اس لیے بھی ہے کہ معاویہ بن سعید اور امام زہری کے درمیان ''حکم بن عبداللہ بن سعد'' کا واسطہ بھی ہے۔ دیکھئے الآحاد والمثانی لا بن أبی عاصم (٣٤٠١) وغیرہ۔

مذکورہ قول امام بیہقی کے بھی پیش نظر تھا۔ (السنن الکبری: ٣/ ١٧٩) پھر بھی انہوں نے معاویہ کے بجائے حکم بن عبداللہ ہی کو متروک قرار دیا اور معاویہ بن سعید کو سرے

سے وجۂ ضعف میں ذکر ہی نہیں کیا، علاوہ ازیں ان عمومی کلمات کی وجہ سے کسی محدث نے معاویہ بن سعید کو متروک نہیں کہا۔ خود امام دارقطنی کا اسلوب بھی اس کی نفی کرتا ہے، چنانچہ معاویہ بن سعید حسن الحدیث ہی ہیں۔

(۴) بقیہ بن ولید

یہ صدوق حسن الحدیث ہیں، تاہم تدلیسِ تسویہ سے بھی متصف ہیں، لیکن مذکورہ حدیث کی سند میں قطعاً مضر نہیں، کیونکہ انہوں نے سماع بالمسلسل کیا ہوا ہے۔

(۵) یزید بن ہارون

یہ کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، متقن و عابد ہیں۔ (التقریب: ۷۷۸۹)

خلاصة التحقيق:

درج بالا بحث سے واضح ہو جاتا ہے کہ المنتخب (۳۲۳) کی مذکورہ حدیث کی سند حسن ہے اور قابل حجت ہے۔ المنتخب کے محقق الشیخ احمد بن ابراہیم ابی العینین نے بھی اسے ''اسناده حسن، والحديث صحيح'' قرار دیا ہے۔ وللّٰہ الحمد۔



بدترین شخص

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بلاشبہ لوگوں میں بدترین وہ شخص ہے جو دورُخا ہو، ان کے ساتھ ایک بات کرتا ہے تو دوسروں کے ساتھ اور بات کرتا ہے۔''

(صحيح بخاري : 7179)

ازقلم: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
ترجمہ: حافظ فرحان الٰہی

سنت کے سائے میں

دو عظیم بندے

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا رَوْحٌ، وَعَفَّانُ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ عَفَّانُ: أَخْبَرَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «**عَجِبَ رَبُّنَا عَزَّ وَجَلَّ مِنْ رَجُلَيْنِ: رَجُلٍ ثَارَ عَنْ وِطَائِهِ وَلِحَافِهِ، مِنْ بَيْنِ أَهْلِهِ وَحَيِّهِ إِلَى صَلَاتِهِ، فَيَقُولُ رَبُّنَا: أَيَا مَلَائِكَتِي، انْظُرُوا إِلَى عَبْدِي، ثَارَ مِنْ فِرَاشِهِ وَوِطَائِهِ، وَمِنْ بَيْنِ حَيِّهِ وَأَهْلِهِ إِلَى صَلَاتِهِ، رَغْبَةً فِيمَا عِنْدِي، وَشَفَقَةً مِمَّا عِنْدِي، وَرَجُلٍ غَزَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَانْهَزَمُوا، فَعَلِمَ مَا عَلَيْهِ مِنَ الْفِرَارِ، وَمَا لَهُ فِي الرُّجُوعِ، فَرَجَعَ حَتَّى أُهْرِيقَ دَمُهُ، رَغْبَةً فِيمَا عِنْدِي، وَشَفَقَةً مِمَّا عِنْدِي، فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمَلَائِكَتِهِ: انْظُرُوا إِلَى عَبْدِي، رَجَعَ رَغْبَةً فِيمَا عِنْدِي، وَرَهْبَةً مِمَّا عِنْدِي، حَتَّى أُهْرِيقَ دَمُهُ.**»

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارا عزت و جلال والا رب دو آدمیوں سے بہت خوش ہوتا ہے: ایک وہ آدمی جو اپنے نرم بستر اور لحاف سے نکل کر اپنی بیوی اور خاندان والوں کو چھوڑ کر اپنی نماز کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ ہمارا رب (اس موقع پر) فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! دیکھو میرے بندے کی طرف، وہ اپنے بستر و نرم بچھونے اور اپنی بیوی و خاندان کو چھوڑ کر اپنی نماز کے لیے اٹھ کھڑا ہوا، میرے پاس موجود (انعام و اکرام) میں رغبت رکھتے ہوئے اور میرے ہاں موجود (عذاب و عقاب) سے ڈرتے ہوئے۔ دوسرا وہ آدمی جو اللہ کے راستے میں لڑتا

ہے، تو وہ سب ہزیمت سے دوچار ہوجاتے ہیں، پس وہ جانتا ہے کہ فرار کی صورت میں اس پر کیا گناہ آئے گا اور واپس (میدان کارزار کی طرف) لوٹنے پر اس کے لیے کیا (اجر و ثواب) ہے، چنانچہ وہ لوٹ آتا ہے (اور لڑتا رہتا ہے) یہاں تک کہ اس کا خون بہہ جاتا ہے، (اور یہ اس نے) میرے پاس موجود (انعام و اکرام) میں رغبت رکھتے ہوئے اور میرے ہاں موجود (عذاب وعقاب) سے ڈرتے ہوئے (کیا)، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: میرے بندے کی طرف دیکھو! وہ میرے پاس موجود (انعام و اکرام) میں رغبت رکھتے ہوئے اور میرے ہاں موجود (عذاب وعقاب) سے ڈرتے ہوئے (میدان میں) لوٹ آیا، یہاں تک کہ اس کا خون بہہ گیا۔"

تخریج الحدیث:

صحیح، أخرجه الإمام أحمد في مسنده[١/ ٤١٦ ح٣٩٤٩] وأخرجه ابن أبي شيبة (المصنف:٥/ ٣١٣، ٣١٤ ح ١٩٣٩٥، والمسند له ١/ ٢٧٥ ح٣٨٥) عن عفان به، ورواه ابن أبي عاصم(كتاب الجهاد: ١/ ٣٥٢ ح١٢٥، السنة: ٥٦٩ مختصرًا) عن ابن أبي شيبة به، وإسناده حسن، وصححه ابن حبان (موارد الظمآن: ٦٤٣، ٦٤٤) والحاكم (٢/ ١١٢ مختصرًا) ورواه الذهبي، واختصره أبو داودفي سننه(٢٥٣٦ بتحقيقي)

فقہ الحدیث:

❶ اس حدیث میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفت کا تذکرہ ہے کہ وہ اپنے مومن بندوں سے خوش ہوتا ہے۔

❷ اہل سنت، اللہ تبارک وتعالیٰ کی ان تمام صفات پر جو قرآن کریم اور صحیح حدیث سے ثابت ہوں، جس طرح اس کی شان کے لائق ہیں، ایمان رکھتے ہیں، اہل سنت اللہ کی صفات مبارکہ کو مخلوق کی صفات کے ساتھ تشبیہ نہیں دیتے ہیں، نہ ان صفات کا انکار ہی کرتے ہیں، جیسے جہمیہ، معتزلہ اور ان جیسے دیگر گمراہ فرقوں نے کیا۔

❸ امام ابوبکر بن خزیمہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی کتاب التوحید (ص:٣٨٢، ٣٨٣ ح٦٠٥/ ١٠) میں روح بن عبادة عن حماد بن سلمة کی سند سے نقل کیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث توحید، یعنی توحید اسماء وصفات سے تعلق رکھتی ہے۔

❹ اس حدیث میں قیام اللیل کی فضیلت بیان کر کے اس پر ابھارا گیا ہے، کیوں کہ ہمارا عزت وجلال والا رب اس آدمی سے خوش ہوتا ہے جو اپنی نیند اور آرام کو ترک کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے، کسی ریاکاری کے بجائے خالص اس کی رضا کے لیے رات کا قیام کرتا ہے۔

❺ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام بھی ثابت ہوتی ہے۔

❻ یہ حدیث جہاد فی سبیل اللہ اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر لڑنے والے مجاہدین کی عظیم منقبت وفضیلت پر دلالت کرتی ہے۔

❼ اس حدیث کی سند حسن لذاتہ ہے، عطاء بن السائب صدوق راوی ہیں، البتہ بعد میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے، امام عقیلی نے الضعفاء الکبیر (٣/ ٣٩٩) میں صحیح سند کے ساتھ یحییٰ (القطان) سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ابوعوانہ الوضاح عن عطاء بن السائب کے بارے میں فرمایا: "یہ تو اس سے الگ ہوتے ہی نہیں تھے، اسی طرح حماد بن سلمہ بھی (الگ نہیں ہوتے تھے)"۔ مراد یہ ہے کہ ان دونوں (ابوعوانہ اور حماد بن سلمہ) نے عطاء سے اختلاط کے بعد سنا ہے، لیکن یحییٰ بن معین (تاريخ ابن معين، رواية الدردي: ١٤٦٥) اور جمہور نے ان کی مخالفت کی ہے، ان کے ہاں حماد بن سلمہ نے عطاء بن السائب سے ان کے اختلاط سے پہلے سماع کیا، اور ان کی حدیث عطاء سے درست ہے۔ ان کا قول ہی راجح ہے، فضیلۃ الشیخ مساعد بن سلیمان الراشد الحمید نے اپنی کتاب "السبيل الهاد إلى تخريج أحاديث كتاب الجهاد" (١/ ٣٥٤-٣٥٦) میں محدثین کے اقوال نقل کرنے کے بعد اسی موقف کی طرف اپنا رجحان ظاہر کیا ہے۔

❽ اس حدیث کے دیگر شواہد بھی ہیں، جن میں سے بعض امام عثمان بن سعید الدارمی نے

اپنی کتاب ''الرد علی بشر المریسي العنید'' (ص: ١٨٠) میں اور امام حاکم نے اپنی مستدرک (١/ ٢٥) میں نے نقل کیے ہیں، لہٰذا یہ حدیث شواہد کی وجہ سے بھی صحیح ہے۔

❾ اس حدیث میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ ایمان خوف ورجاء ہر دو کے درمیان ہوتا ہے، بخلاف مرجیہ وخوارج کے۔

❿ اس حدیث میں اس بات کا بھی اشارہ ہے کہ عمل اس وقت تک قبول نہیں ہوتا جب تک کسی ریاکاری کے بغیر خالص اللہ کے لیے، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق نہ ہو، کیوں کہ کتاب وسنت کی موافقت اعمال کی قبولیت کے لیے لازمی شرط ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ، فَهُوَ رَدٌّ» ''یعنی جس نے ایسا کوئی بھی عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہ ہوا تو وہ مردود ہے۔''

[صحيح البخاري: ٢٦٩٧، صحيح مسلم: ١٧١٨/ ١٨ واللفظ له]

اظہار تعزیت

جامعہ اہل الحدیث حضرو کے سینئر مدرس مولانا حبیب الرحمٰن ہزاروی حفظہ اللہ کی والدہ ماجدہ وفات پا گئی ہیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ صوم وصلاۃ کی پابند اور نیک سیرت خاتون تھیں ہم اللہ کے حضور دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی مغفرت فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

ادارہ مولانا حبیب الرحمٰن کے غم میں برابر کا شریک ہے، اللہ انھیں و دیگر ورثاء کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

دعا گو: ادارہ مکتبۃ الحدیث حضرو، ضلع اٹک

فتنہ انکار حدیث اور عزیز اللہ بوہیو (قسط:3)

پروفیسر محمد جمن کنبھر

عزیز اللہ بوہیو نے صحيح بخاري، صحيح مسلم، سنن الترمذي، سنن أبي داود، سنن النسائی، سنن ابن ماجه، مسند الإمام أحمد بن حنبل، صحيح ابن خزيمة، صحيح ابن حبان، السنن الكبرىٰ للبيهقي، السنن الكبرىٰ للنسائي، سنن الدارقطني، المستدرك للحاكم، سنن الدارمي، مؤطا إمام مالك، مسند أبي عوانة، المعجم الكبير، المعجم الصغير، المعجم الاوسط للطبراني، مجمع الزوائد، مصنف ابن أبي شيبة، مصنف عبد الرزاق، مسند بزار، مسند أبي يعلىٰ الموصلي، شرح مشكل الآثار للطحاوي اور الأحاديث المختارة للضياء المقدسي وغیرہ میں موجود صحیح احادیث مبارکہ کو ''غیر قرآنی باتیں اور فارس کے اماموں کی سازش'' کہا ہے۔ اس نے اپنی جملہ تصانیف میں جگہ جگہ تدبر قرآن، فہم قرآن اور فلسفۂ قرآن کی رَٹ لگائی ہے۔ ہم معزز قارئین کی خدمت میں اس کی تصنیف ''قرآن مہجور'' میں سے چند اقتباس پیش کرتے ہیں تا کہ اس مفکر کی ''قرآن فہمی'' سے آشنا ہو سکیں، چنانچہ آنجناب لکھتے ہیں:

''قارئین کو ادب وعاجزی سے عرض کرتا ہوں کہ وہ بنیادی طور پر مستقبل اور آئندہ کے لیے، رہنمائی کے واسطہ اپنی نظر قرآن حکیم پر رکھیں، ہمارے شاندار ماضی کے آثار کیسے مسمار کیے گئے ہیں، فارس کے تاریخ نویسوں نے ہمیں اُلٹ پلٹ کر کے بری طرح بدنام کیا ہے، مؤرخین اور محدثین نے رسول اللہ ﷺ کی جماعت صحابہ کرام کے بیچ میں اختلافات اور جھگڑوں کے متعلق ہزاروں کی تعداد میں جھوٹی حدیثیں بنائی ہیں...... ان انکشافات کی تائید میں بھی خود ایران کے دانشوروں کی؟؟ پیش کروں، لیکن بیچ میں عرض کرتا ہوں کہ میں سُنی

ہوں نہ شیعہ اور نہ ہی کسی دوسرے فرقہ کا، خدا مجھے قرآن والا مسلمان کر کے زندہ رکھے اور موت دے، اور اس......بیسویں صدی کا نامور ایرانی مؤرخ حسین کاظم زادہ صاحب اپنی کتاب ’’روح ایران در ادوار تاریخ‘‘ میں لکھتا ہے کہ......روم کے بڑے پادری کارڈینل تھامس ملین گیارہویں صدی عیسوی میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان سازشیوں نے سمرقند، کوفہ اور مدینہ میں مواصلات اور کمیونیکیشن کے لیے کبوتر پال رکھے تھے جن سے خطوط بھیجنے اور لانے کا کام لیتے تھے......‘‘ (ص13-12)

’’میں دو کتابوں کا قدرے تفصیلی تعارف کراؤں گا باقی دوسروں کے صرف نام گنتی کرواؤں گا۔ پہلی کتاب تو ڈائری ہے اس شخص کی جو مشہور تو کربلا کے قصہ کی وجہ سے ہے لیکن اس کے برعکس اصل میں وہ بنوامیہ کے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک اور عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں اسپین کا گورنر تھا......حُر بن عبدالرحمٰن نے اپنی ڈائری لکھی ہے جو کہ عربی زبان میں ہے......وہ ڈائری اندازاً دوسو سال بعد میں ایک ہسپانوی افسر ’’سیمون اشبیلیہ‘‘ کو ہاتھ لگی، جس نے اس ٹوٹی پھوٹی اور خستہ حال ڈائری کے بچے کھچے حصوں کا ہسپانوی زبان میں ترجمہ کیا۔ اس ترجمہ والی کتاب سے ایک انگریز ’’ڈینس منٹگمری‘‘ نے 1910ء میں لکھا ہے کہ ’’تذکرہ حر بن عبدالرحمٰن‘‘ کے نام سے لکھی ہوئی یہ ڈائری اندازاً تین سو صفحات پر مشتمل ہے‘‘ (ص16-15)

’’باقاعدہ حقیقتیں پڑھنے کے لیے ہم تاریخی ریکارڈ کے دوسرے طرف کو پڑھنے کے لیے جن کتابوں کے پڑھنے کی سفارش کرنا چاہتے ہیں وہ کچھ یہ ہیں، حجۃ اللہ علی موسوی کی کتاب ’’میزان الفارس‘‘ اندلس کے گورنر حر بن عبدالرحمٰن کی ذاتی ڈائری ’’تذکرہ حر بن عبد الرحمٰن‘‘ امام زہری کو سمجھنے کے لیے نیاز احمد کی کتاب ’’روایت افک‘‘ اور علامہ تمنا عمادی کی سب کتابیں، ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی کتاب ” فتنۃ الکبریٰ“، یاقوت حموی کی کتاب ’’عجائب التاریخ‘‘، علامہ حبیب الرحمٰن کاندھلوی کی کتاب ’’مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت‘‘، ڈاکٹر شبیر احمد کی کتاب ’’اسلام کے مجرم اور کربلا کی حقیقت‘‘ (ص18)

’’اب امام مسلم صاحب کی ان احادیث کو میں ایک معمولی اور سُبک آدمی عزیز اللہ بوہیو ایک پرائمری استاد عبدالرؤف بوہیو کا بیٹا، ایک ان پڑھ جنگلی عورت سجھائی بوہیانی کا بچہ دعویٰ کرتا ہوں اور چیلنج سے کہتا ہوں کہ امام مسلم اور ان کے اساتذہ نے یہ جھوٹی حدیثیں خود گھڑ کر اپنی کتاب میں لکھیں ہیں۔‘‘ (ص155)

’’ان احادیث کو پڑھ کر پورا کرنے والے کو دستار بند عالم دین کہا جاتا ہے۔ میں نے بھی یہ کتابیں پڑھی ہیں۔ مجھے بھی دستار بند عالم ہونے کی سند حاصل ہے لیکن میں اپنی دستار بندی پر شرمسار ہوں۔ دل کہتا ہے کہ اس دستار کو ریزہ ریزہ کر کے اس کی گیند بنا کر گلی میں اس کو پاؤں سے ٹھوکر ماروں اور گلیوں میں موجود دوسرے بچوں سے بھی ٹھوکر مرواؤں بلکہ یہ دستار فضیحت ہے۔‘‘ (ص158)

’’زھری کے باپ مسلم کا کردار بھی یہاں کے ریٹائرڈ جنرل حمید گل جیسا لگتا ہے جو کرکٹ کے کھلاڑی عمران کو سیاست میں تولے آیا لیکن وہ جمہور کو فتح نہ کر سکا۔‘‘ (ص225)

’’اب قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اچھی طرح غور فرمائیں کہ قرآن حکیم کس طرف بلاتا ہے اور علم الحدیث کس طرف بلا رہا ہے۔ دونوں میں مطابقت تو کیا لیکن دونوں کے فاصلے ہی الگ الگ ہیں۔ اس حالت کو سندھی میں کہتے ہیں: ’’کہاں منہ مریم کا کہاں الھیار‘‘ قرآن سے فکری اور نظریاتی ٹکر کھانے والی احادیث کو علمائے کرام پتہ نہیں کیسے برداشت کرتے ہیں۔ یہ کیوں نہیں بتاتے کہ یہ احادیث قرآن دشمن ہیں۔ صرف روایات کی سند کے متعلق تحقیق کرتے ہیں کہ اس کے راوی کیسے تھے، یہ تو راستہ ہی نامعقول ہے۔ حدیث کا متن سیدھی طرح قرآن سے ٹکر کھا رہا ہے، متضا ہے اور آپ لوگوں کو بتا رہے ہیں کہ اس حدیث کے راوی بڑے پرہیزگار تھے۔‘‘ (ص240)

معزز قارئین کرام! نے عزیز اللہ بوہیو کے تدبر اور فہم قرآن کے دعویٰ کو پڑھ لیا، بطورِ ’’مُشتے نمونہ از خروارے‘‘ صرف اس کی ایک کتاب سے اقتباسات ذکر کیے ہیں، جبکہ ایسے ’’قیمتی نوادرات‘‘ اس کی اور تصانیف میں جگہ جگہ موجود ہیں۔ ایک سائل کی حیثیت

سے میں ان سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے جو باتیں لکھیں ہیں وہ قرآن مجید کے تیس پاروں میں سے کس پارے میں یا کس سورت کے اندر موجود ہیں؟ حیف ہے تمہاری عقل پر، بات کرتے ہو فکر قرآن، تدبر قرآن، فہم قرآن کی، رد کرتے ہو حدیث مصطفیٰ ﷺ کا اور اس کے ذکر کرنے والوں کا، اور دلیل پیش کرتے ہو بیسویں صدی کے ایرانی مؤرخ حسین کاظم زادہ اور اس کی کتاب ''روح ایران در ادوار تاریخ'' سے۔ سچ ہے ''دروغ گورا حافظہ نہ باشد'' حدیث کو آپ ایرانی سازش کہتے ہو اور اس کے لیے دلیل بھی اس سرزمین پر رہنے والے کی دیتے ہو ع

گل گئے گلشن گئے، جنگلی دھتورے رہ گئے
اُڑ گئے دانا جہاں سے بے شعورے رہ گئے

عزیز اللہ بوہیو ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اس آیت میں غور فرمائیں کہ رسول سائیں قرآن کے علاوہ کسی بھی دوسری چیز کو دین کا اصول تسلیم نہیں کرتے۔'' (قرآن مہجور، ص 9) اس اصول کی مخالفت کرتے ہوئے آپ نے روم کے بڑے پادری کارڈینل تھامس میلن، حُر بن عبدالرحمٰن کی ذاتی ڈائری، ڈینس منٹگمری انگریز، سیمون اشبیلیہ، حجۃ اللہ موسوی کی کتاب میزان الفارس، ڈاکٹر طہٰ حسین کی کتاب فتنۃ الکبریٰ، حکیم نیاز احمد کی کتاب روایت افک، تمنا عمادی کی کل کتب، یاقوت حموی کی کتاب عجائب التاریخ، حبیب الرحمٰن کاندھلوی کی کتاب مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت اور ڈاکٹر شبیر احمد کی کتاب اسلام کے مجرم، وغیرہ کے حوالے کیوں ذکر کئے ہیں؟ کیا ایرانی مؤرخین، مصنفین، عیسائیوں کے پادری اور دیگر لوگوں کی باتیں غیر قرآنی نہیں ہیں؟

دل نہ چاہے تو رسالت کا بھی ارشاد غلط
من کو بھا جائے تو بھانڈوں کی خرافات بجا

حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، امام ابوداود سلیمان بن

اشعث السجستانی، امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی، امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی، امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی، امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی، امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی اور امام عبداللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان ابوبکر العبسی المعروف ابن ابی شیبہ رحمہم اللہ اور دیگر محدثین وسلف صالحین رحمہم اللہ کے لیے تنگی اور اوچھا پن ہے، ان کے لیے شیعہ مصنفین کی تصنیفیں، عیسائی پادری، انگریز مورخ اور دھریے قسم کے لوگ مستند حوالہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ع

الٹی سمجھ ہرگز کسی کو خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پر یہ بد ادا نہ دے

جن عالی مرتبت علمی شخصیتوں نے احادیث مبارکہ کے لیے ہزاروں میل پیادہ سفر کیا، پیاس کی تکلیفیں برداشت کیں، بھوک کی اذیتیں سہیں، گرمیوں وسردیوں کے اثرات کی پروا تک نہ کی، آنکھوں کو نیند سے دور رکھا، چلتے چلتے پاؤں میں چھالے تک پڑ جاتے، لیکن منزل کی طرف رواں دواں رہے، بکھرے ہوئے بالوں، غبار آلود کپڑوں اور معمولی زادراہ رکھنے والے ان عظیم محدثین اور حفاظ کرام رحمہم اللہ نے رات کو بھی دن سمجھ کر احادیث مبارکہ کو اپنے اساتذہ سے حاصل کیا، پھر انھیں یاد کیا، عمل کیا اور آگے پہنچایا، حَدَّثَنَا، أَخْبَرَنَا، وغیرہ کے ذریعے سے حدیثیں بیان کیں، پھر بھی وہ سازشی اور جن لوگوں نے کلام اللہ کو اپنی عقل اور ذاتی سمجھ پر سمجھا اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے چلے، وہ ہوئے دانشور، فلاسفر اور دین کے خیر خواہ؟ یہ بات عقل سے بعید اور عدل سے کوسوں دور ہے۔ قدردان تھے وہ لوگ جنھوں نے محدثین کی عزت ومنزلت میں وہ کارنامہ ہائے سرانجام دیے جو آج خال خال نظر آتے ہیں۔ ایک مرتبہ سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ، محدثِ وقت امام ابوداود سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ کی زیارت کرنے کے لیے آپ کے پاس حاضر ہوئے، آپ نے اپنے معزز مہمان کو پرتپاک انداز میں خوش آمدید کہا اور بہت ہی تعظیم وتکریم سے نوازا۔ سہل رحمہ اللہ نے امام موصوف رحمہ اللہ سے عرض کیا میں آپ کے پاس ایک اہم کام لے کر حاضر ہوا ہوں۔

امام ابوداود رحمہ اللہ نے فرمایا: بتائیے۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا: پہلے وعدہ کریں کہ حتی الامکان وہ کام ضرور کریں گے، آپ نے ہاں کر دی۔ سہل رحمہ اللہ نے عرض کیا: میں آپ کی اس مبارک زبان کو بوسا دینا چاہتا ہوں جس سے آپ رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرتے ہیں۔ امام موصوف رحمہ اللہ نے اپنی زبان باہر نکالی اور انھوں نے اسے بوسہ دیا۔

(التقييد لابن نقطة، ص282، وسنده حسن إلى سهل)

وہ بڑا مبارک دور تھا جس میں ایسے باادب اور باذوق علم پرور شخصیات موجود تھیں۔ جس دور میں ہم زندہ ہیں، عزیز اللہ بوہیو جیسے لوگوں سے واسطہ پڑا ہے۔ اس بدبخت شخص نے امام مسلم رحمہ اللہ کے متعلق جو الفاظ لکھے ہیں وہ بھی پڑھتے چلیں۔ اس سلسلے میں ''قرآن مہجور'' سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں:

۱: ''اللہ کے قوانین کسی احتجاجی جلوس اور دھرنا دینے سے کینسل نہیں ہوتے، جیسے امام مسلم قدس سرہ جھوٹی احادیث سے قرآن کی آیات کو منسوخ کر رہے ہیں۔'' (ص68)

۲: ''امی عائشہ کی شان کے خلاف، عزت، حمیت اور عصمت کے خلاف یہ فارسی امام اپنی دریدہ دہنی سے، امام مسلم اپنی کتاب میں کتاب الرضاع میں بہت بدتر انداز میں یاوہ گوئی کی ہے۔ قرآنی احکامات کے خلاف بلکہ قرآن کے مقابل، ضد اور ٹکرانے میں احادیث کے نام پر گالیاں دیں ہیں۔ ام المومنین پر تبرا کیا ہے۔ اس حساب سے بڑے جھوٹ اور بڑی گالی کو کامیاب کرنے کے لیے مسلم صاحب نے حدیث کے نام پر کچھ تمہیدی جھوٹ لکھے ہیں۔ (نوٹ: معزز قارئین یہ محسوس کر رہے ہوں گے کہ میں کھلم کھلا مسلم کی احادیث کو جھوٹ کہہ رہا ہوں)'' (ص117)

۳: ''یہ نیشاپوری قدس سرہ تو اسلام میں احادیث کے نام پر تگ ودو میں لگے پڑے ہیں کہ کسی کا بچہ خراب ہی اچھا ہے۔'' (ص190)

۴: ''احادیث بنانے والے عجمی اماموں اور امام مسلم قدس سرہ نے اپنی کتاب میں کتاب التوبہ میں گناہوں کے خلاف توبہ کرنے کے تصور اور عمل سے بہت براِ مذاق کیا ہے۔'' (ص193)

مذکورہ عبارتیں پڑھنے کے بعد پھر پڑھیں اور افسوس کریں ان ہاتھوں پر جن سے یہ عبارتیں لکھی گئی ہیں اور رنج کریں ایسے بدطینت لوگوں پر جن کے سینے محدثین سے بغض وعداوت میں بھرے پڑے ہیں۔ جن متبحر العلم شخصیتوں کے علم، عمل، اخلاق اور ان کے تقویٰ، نیک نیتی، سچائی، ایمانداری، حق گوئی، حلال خوری اور حدیث کو وحی سمجھ کر سینے میں محفوظ کرنے کے سلسلے میں سب مسلمان اور اہل علم ان کی کاوشوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوں، ایسے بلند قامت شخصیتوں کی شان میں ہرزہ سرائی کرنا کسی مومن و مسلمان کا کام نہیں ہوسکتا۔ ہلاکت و بربادی ہو ایسے ہاتھوں پر جنھوں نے یہ یاوہ گوئی پر مبنی باتیں لکھی ہیں۔ یقیناً ان الزامات کا ضرور حساب ہوگا۔ ان شاء اللہ

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لیے

''حدیث کا متن باقاعدہ قرآن سے ٹکرا رہا ہے، متضاد ہے اور آپ لوگوں کو بتا رہے ہیں کہ اس حدیث کے راوی بڑے ہی پرہیزگار تھے۔'' (قرآن مہجور، ص240)

بوہیو کی خدمت میں گزارش ہے کہ محدثین رحمہم اللہ کی مقرر کردہ شرائط وضوابط کی روشنی میں ایک بھی صحیح حدیث قرآن مجید کی ایک آیت کے خلاف نہیں ہے۔ اگر کہیں اشکال نظر آ جاتا ہے تو قرآن مجید کے حکم پر عمل کرتے ہوئے کسی علم والے کے پاس آتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے علمی الجھن دور کر دیتا ہے۔ جس شخص کو بھی اللہ تعالیٰ نے دینی علم کے زیور سے آراستہ کیا ہے اس پر حق بنتا ہے کہ وہ قرآن مجید کی دو متعارض آیتوں میں تطبیق دے کر لوگوں کو سمجھائے، اسی طرح اگر دو حدیثیں آپس میں متعارض ہوں تو ان میں بھی حسب توفیق تطبیق دے کر مسئلے کو حل کرے۔ سلف صالحین کا یہی طریقہ رہا ہے۔ عزیز اللہ بوہیو کی خدمت میں عرض ہے کہ قرآن مجید اور صحیح حدیث میں کوئی ٹکراؤ، ضد یا اختلاف نہیں ہے۔ اگر کہیں کوئی رولا، جھگڑا اور تضاد ہے تو وہ آپ کے دماغ میں ہے۔ آپ کا دماغ دستار فضیلت کی خوشبو سے خالی ہے۔ آپ کے برعکس جن لوگوں کے پاس نبوی دعا کے نتیجے میں



چہرہ کی تازگی اور مہک موجود ہے۔ان کے بیدار مغز آج کے گئے گزرے دور میں بھی قرآن مجید اور صحیح احادیث مبارکہ کے درمیان تطبیق دینے کی مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ایسے لوگوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ جیسے لوگوں کی قرآن وحدیث کی روشنی میں رہنمائی کریں جو کہ قرآن مجید کو اپنی ناقص عقل اور ادھوری فکر کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔نتیجہ میں ذہنی طور پر بیمار اور عقلی لحاظ سے مفلوج ہو جاتے ہیں۔آپ جیسی بیماری قبیلہ بنی ازشنؤہ کے ایک فرد ضعاد کو بھی ہوئی تھی۔امام اعظم محمد ﷺ نے اس کو صرف خطبہ پڑھ کر سنایا تو تین مرتبہ وہ خطبہ سننے کے بعد ہوش میں آ گیا اور سالم دماغ سے آپ ﷺ کو مخاطب ہو کر کہا :"لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ، وَقَوْلَ السَّحَرَةِ، وَقَوْلَ الشُّعَرَاءِ، فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ كَلِمَاتِكَ هؤُلَاءِ، وَلَقَدْ بَلَغْنَ نَاعُوسَ الْبَحْرِ، قَالَ :فَقَالَ: هَاتِ يَدَكَ أُبَايِعْكَ عَلَى الْإِسْلَامِ، قَالَ: فَبَايَعَهُ"میں نے کاہنوں اور جادوگروں اور شاعروں کا کلام سنا ہے، ان میں سے کسی کا کلام ان کلمات کی گرد تک نہیں پہنچ سکا۔یہ کلمات تو بلاغت کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔اپنا ہاتھ بڑھائیے، میں اسلام پر آپ کی بیعت کرتا ہوں، پھر اس نے آپ کی بیعت کی۔

مذکورہ حدیث کو سامنے رکھ کر عزیز اللہ بوہیو کو گزارش کی جاتی ہے کہ ہم آپ کی بیماری کو جانتے ہیں اور بحمدہ تعالیٰ ہمارے پاس چودہ سو سالہ پرانا آزمایا ہوا اور مجرب نسخہ موجود ہے۔پیغمبر ﷺ کی حدیث سے دشمنی رکھنے کی وجہ سے آپ کے دماغ پر جو زنگ چڑھ گیا ہے وہ اللہ کی توفیق اور رحمت سے ختم ہوگا تو آپ عقلمند بھی بن جائیں گے اور صحتمند بھی ہو جائیں گے۔اس سے بڑھ کر بیمار ذہن اور ناپاک بدن کون سا ہو سکتا ہے جو امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کی کتاب صحیح بخاری کو تو غلط اور جھوٹ سمجھتا ہو اور تمنا عمادی کی جملہ تصانیف کو معتبر و مستند کہتا ہو، امام مسلم رحمہ اللہ کی عظیم الشان تصنیف صحیح مسلم کو فارسی امام کی سازش کہتا ہو اور روم کے بڑے پادری کارڈینل تھامس میلن، ڈینس منٹگمری، سیعون اشبلیہ، حجۃ اللہ موسوی اور ڈاکٹر طٰہٰ حسین کا گرویدہ ہو۔امام ترمذی، امام ابوداود اور

امام نسائی رحمہ اللہ کو تو کچھ بھی نہ سمجھتا ہو اور حکیم نیاز احمد، حبیب الرحمٰن کاندھلوی اور ڈاکٹر شبیر احمد کی کتب کو معتبر و مستند سمجھتا ہو۔سچ ہے کہ

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز
کتنا طوطے کو پڑھایا پھر وہ حیوان ہی رہا

عزیز اللہ بوہیو نے اجماع امت کی شرعی اصطلاح پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ان علماء نے اجماع کو بھی دین کا اصل قرار دیا ہے جس کا ان کے پاس کوئی مستند حوالہ بھی نہیں ہے۔'' (قرآن مہجور، ص8)

عزیز اللہ بوہیو نے یہ سراسر جھوٹ بولا ہے کہ علماء نے اجماع کو بھی دین کا اصل قرار دیا ہے۔اس سلسلہ میں عرض ہے کہ علمائے کرام نے اجماعِ امت کی شرعی اصطلاح خود سے نہیں گھڑی، بلکہ انھوں نے حجت، شرعی دلیل اور ثبوت کے طور پر قبول کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا﴾ (النسآء:115)

''اور جو شخص راہ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد بھی رسول کی مخالفت کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے ہم اُسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے، جدھر وہ خود متوجہ ہوا اور دوزخ میں ڈال دیں گے۔''

مشہور مفسر ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی رحمہ اللہ (المتوفی 671ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:"قَالَ الْعُلَمَاءُ فِي قَولِهِ تَعَالٰى: ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ﴾ دَلِيْلٌ عَلٰى صِحَّةِ الْقَوْلِ بِالْإِجْمَاعِ ."

(الجامع لاحکام القرآن، طبع دارالحدیث، القاهرة سنة الطبع 1431ھ، 335/3)

(اللہ تعالیٰ) کے اس قول (ترجمہ:)''اور جو رسول کی مخالفت کرے'' کے متعلق علماء نے فرمایا ہے کہ اس (آیت مبارکہ) میں قولِ اجماع کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

کمزور امیر، فرمانِ رسول ﷺ اور رجسٹرڈ فرقہ (قسط:۲)

امارت اور حکومت: مسعود صاحب نے لکھا:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''امیر لوگوں پر حکمران ہوتا ہے، اس سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی'' (تاریخ الاسلام ص654 بحوالہ صحیح البخاری......صحیح مسلم)

''امیر'' حکمران ہوتا ہے، امام بھی حکمران ہوتا ہے اور یہ بات حدیث سے ثابت ہے، جبکہ باقی لوگ رعایا ہوتے ہیں۔ رجسٹرڈ جماعت کا امیر بھی حکومت پاکستان کی ''رعایا'' میں شامل محکوم شخص ہے کسی بھی حدیث میں یہ بات نہیں کہ ''امام یا امیر محکوم ہوتا ہے'' جب نہیں تو محکوم شخص کو امیر یا امام سمجھنا کس طرح درست ہوسکتا ہے؟

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اِنَّكُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَى الْإِمَارَةِ وَ سَتَكُوْنُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ» . (صحيح البخاري: 7148)

مسعود صاحب نے اس کا ترجمہ اس طرح نقل کیا: '' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''(اے میری امت کے لوگو) بے شک تم امارت کی حرص کرو گے حالانکہ وہ قیامت کے دن ندامت کا باعث ہوگی'' (یعنی وہ آدمی پچھتائے گا کہ کیوں اس نے حکومت کی ذمہ داری سنبھالی تھی) (تاریخ الاسلام ص655، بحوالہ صحیح البخاری، کتاب الاحکام باب ما یکرہ من الحرص علی الامارۃ)

مسعود صاحب کی اپنی تحریر سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ ''امارت وحکومت'' عربی میں مترادف المعنی ہیں، ایک چیز کے دو نام ہیں، دو علیحدہ چیزیں قطعاً نہیں، لیکن اس ٹھوس حقیقت سے انحراف کرتے ہوئے اشتیاق صاحب نے لکھا: '' جناب خیراتی صاحب لفظ امارت اور حکومت کو خلط ملط کر کے لوگوں کو الجھانا چاہتے ہیں۔ جب آپ لفظ حکومت استعمال کریں گے تو لوگ سمجھیں گے کہ کسی حکومت یا اقتدار کی بات ہو رہی ہے اور جب لفظ امارت کی بات کریں گے تو معلوم ہوگا بغیر حکومت امیر کی بات ہو رہی۔ اصطلاح میں

حکومت اور امارت دونوں الگ استعمال ہوتے ہیں'' (ایک معترض ص35)

اشتیاق صاحب نے واضح نہیں کیا کہ اس میں خلط ملط کرنے والی کیا بات ہے؟ امارت کا معنی حکومت ہے اور یہ معنی مسعود صاحب نے بھی حدیث کے ترجمہ وتشریح میں لکھے ہیں، اور رجسٹرڈ فرقہ کے لٹریچر میں میں موجود ہے۔ جس کا انکار آپ کے ہاں کفر ہے۔ اشتیاق صاحب اپنے ٹھہرائے کفر کے مرتکب ہو گئے! نیز انجانے میں اپنے امام و استاد مسعود صاحب پر خلط ملط کرنے کا طنز بھی کر بیٹھے۔

رہی لوگوں کے سمجھنے کی بات تو بتایئے کون سے لوگ ایسا سمجھیں گے؟ آیا عرب لوگ یا عربی پر اچھی دسترس رکھنے والے اہل علم یا اس لفظ کو عجمی تناظر میں دیکھنے والے؟ عرب یا عربیت سے واقف تو ایسا قطعاً نہیں سمجھیں گے۔ عربوں کی جو چند چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا ایک یونٹ ہے اسے آج تک یہ لوگ ''امارات'' کا نام دیتے ہیں، ''متحدہ عرب امارات'' لہٰذا عربوں کا تو ایسا سمجھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، عربیت سے ناواقف عجمی یا تنظیمی اور پارٹی مجبوریوں میں جکڑے لوگ کیا سمجھتے ہیں؟ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ قرآن وحدیث عربی میں ہیں، ان کے الفاظ کو عربی لغت کے معیار پر دیکھا جائے گا۔ اشتیاق صاحب نے ''اصطلاح'' کا ذکر بھی کیا تو عرض ہے کہ پارٹیوں میں شامل لوگوں کی اصطلاح مراد ہے تو جناب نے بجا فرمایا، لیکن اگر کوئی علمی اصطلاح ہے تو دلیل سے ثابت کریں اور وہ کبھی نہیں کر سکتے۔ (ان شاء اللہ)

۲ **کمزور امارت کی دوسری دلیل:** بزعم خود اس ''اصطلاح'' کو ثابت کرنے کے لیے اشتیاق صاحب نے لکھا:

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابتداء میں یہ امر نبوت اور رحمت بنا۔ پھر خلافت ہوگی پھر بادشاہت اور رحمت ہوگی۔ پھر امارت ہوگی اور وہ بھی رحمت ہوگی......(کنز العمال......الطبر انی فی الکبیر 88/11 مجمع الزوائد 195/5 ورجالہ ثقات وسندہ جید)''

(ایک معترض ص:35)

پہلا جواب: اشتیاق صاحب نے اپنی مزعومہ اصطلاح کا ثبوت دینے کے لئے یہ روایت نقل کی۔ بعض دیگر تنظیموں کے لوگ بھی اپنی جماعت اور اس کی قیادت کے حق میں یہ روایت پیش کرتے ہیں، لیکن اس روایت سے ان کی تنظیم سازی ثابت نہیں ہوتی۔ اوّل تو اس لئے کہ اس روایت میں اس بات کا کہیں کوئی ذکر نہیں کہ ''امارت وحکومت'' دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں یا ''امارت'' سے مراد حکومت واقتدار سے محروم کسی شخص کی پارٹی اور اس کی سربراہی ہے۔ صرف ''امارت'' کے ذکر سے یہ یہ سب باتیں ثابت نہیں ہوجاتیں۔

اس حدیث میں تو خلافت اور ملوکیت کا بھی ذکر ہے، کیا خلافت وملوکیت سے مراد حکومت سے محروم لوگوں کی پارٹیاں ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ''امارت'' سے متعلق یہ نرالا دعویٰ کیوں؟ جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خلیفہ کو ''امیر المومنین'' بھی کہتے تھے۔ پھر اشتیاق صاحب کو تو شاید دعویٰ ودلیل کا فرق بھی معلوم نہیں۔

چونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ ''جب امارت'' کی بات کریں گے تو معلوم ہوگا بغیر حکومت امیر کی بات ہورہی ہے۔'' یہ دعویٰ محض لفظ امارت والی کسی روایت سے ثابت نہیں ہوسکتا؟ تاوقتیکہ کہ اس لفظ میں ''حکومت کی معدومیت'' کا مفہوم نہ ثابت کیا جائے، لہٰذا پہلے اس دعویٰ کو ثابت کریں، پھر ایسی کسی روایت کو دلیل بنائیں۔

قطع نظر صحت وضعف کے اگر رجسٹرڈ فرقہ پرست یا دیگر حزبی وپارٹی پرست لوگ اس روایت سے استدلال پر مصر ہوں تو ان پر لازم ہے کہ یہ ثابت کریں کہ ''امارۃ'' عربی لغت میں پارٹی، سربراہی اور اقتدار واختیار سے ہٹ کر کسی عہدے کا نام ہے۔

اشتیاق صاحب نے لکھا: ''جو کیفیت اوپر بیان کی گئی ہے وہ امام، امیر یا کم عقل غلام کی ہی ہوسکتی ہے، کیونکہ یہ کیفیت فتنوں کے دور کی بتائی جارہی ہے۔'' (ایک معترض......ص30)

استغفر اللہ! غلط بیانی کی بھی حد ہوگئی۔ اشتیاق صاحب نے اپنی کمزور ومحکوم امارت کو سہارا دینے کے لئے بڑی بیباکی وجسارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دل کھول کر غلط بیانی کی ہے۔ اشتیاق صاحب نے اس مقام پر مختصراً دس احادیث نقل کی ہیں (جن پر ہم نے نمبر بھی

لگا دیے ہیں) ان دس احادیث کے بارے میں اشتیاق صاحب کا کیا دعویٰ ہے؟ خط کشیدہ جملوں پر غور کیجئے، ان کا دعویٰ ہے کہ ''اُن احادیث میں جو فتنوں کے سلسلہ میں ہیں'' نیز ''یہ کیفیت فتنوں کے دور کی بتائی جارہی ہے۔''

ان کا یہ غلط اور باطل دعویٰ ہے کہ یہ دس کی دس احادیث فتنوں کے بارے میں ہیں، مطلب ان کا تعلق دورِ فتن یا شر کے ساتھ ہے، لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ اس حقیقت کے اظہار پر مجبور ہیں کہ یہ سچ نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ان میں سے ایک حدیث: "تلزم جماعة المسلمين و امامهم "کے علاوہ کسی بھی حدیث میں ''فتنوں'' کا ذکر نہیں ہے۔ نہ یہ دور فتن کے ساتھ خاص ہیں، بلکہ عمومی احکام ہیں جو امیر، امام، خلیفہ یا اس کے مقرر کردہ امراء کی اطاعت کے بارے میں ہیں۔ اگر اشتیاق صاحب سچے ہیں تو یہ نو احادیث مکمل نقل کر کے ان میں فتنوں کا ذکر دکھائیں۔ اگر نہ دکھا سکے اور یقیناً نہیں دکھا سکیں گے تو اپنی اس غلط بیانی کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اس سے علانیہ رجوع بھی کریں۔

❸ کمزور امارت کے دفاع میں تیسری دلیل

اشتیاق صاحب نے لکھا: ''ورنہ حاکم ہو یا خلیفہ ہو اور فتنے بھی دندنا رہے ہوں یہ کیسے ممکن ہے؟'' (ایک معترض......ص30)

دراصل یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ رجسٹرڈ جماعت والے اپنے امام مسعود صاحب کی باتوں کو اس طرح تسلیم کر بیٹھتے ہیں، گویا وہ عین نصوص ہوں، یہی بات مختلف الفاظ میں مسعود صاحب بھی کہہ چکے ہیں، لکھا ہے:

① ''خلیفہ کے زمانے میں فتنے باقی نہیں رہ سکتے۔''

(اعتراضات اور ان کے جوابات ص5، آئینہ دار ص480)

حالانکہ یہ بات نہ تو کسی آیت کا ترجمہ ہے نہ کسی حدیث ہی کا مفہوم، لیکن ان کی اس بات کو اشتیاق صاحب نے اپنے انداز میں آگے بڑھا دیا اور رجسٹرڈ جماعت کا تقریباً ہر فرد یہی کرتا نظر آتا ہے۔ ان کے اس ''مفروضے'' کا رد خود انہیں کی کتب سے ملاحظہ فرمائیں:



(۲) مسعود صاحب نے لکھا: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب (بہت سے) فتنے ہونگے (ان سے ہشیار رہنا) اگر کوئی شخص اس امت کے امرِ خلافت میں تفریق پیدا کرنے کا ارادہ کرے حالانکہ وہ سب ایک امیر پر مجتمع ہوں تو اس کو تلوار سے مار ڈالنا خواہ وہ کوئی بھی ہو'' (تاریخ الاسلام ص 655 بحوالہ صحیح مسلم کتاب الامارۃ)

اس حدیث سے واضح ہے کہ ''امر خلافت'' کی موجودگی میں فتنے ہو سکتے ہیں، جبکہ ایسی کوئی حدیث نہیں کہ خلیفہ کی موجودگی میں فتنے نہیں ہو سکتے!

(۳) مسعود صاحب نے لکھا: ''صحابہؓ اور خصوصاً تابعین کے دور میں طرح طرح کے فتنے پھیل چکے تھے مثلاً سبائی فتنہ، خوارج کا فتنہ، تابعین ہی کا وہ دور ہے جس میں اکثر حدیث گھڑنے والے ہوئے اور اس زمانہ میں بہ نسبت بعد کے زمانہ کے ان لوگوں کی کثرت تھی۔'' (التحقیق فی جواب التقلید ص 58)

(۴) مسعود صاحب نے لکھا: صحابہ کرامؓ کے دور ہی میں بعض مخالف اسلام تحریکوں نے جنم لیا، جن میں خارجی اور سبائی تحریکیں سرفہرست ہیں......عقائد کو خراب کرنا ان لوگوں کا خاص مشغلہ تھا......اکثر نومسلم ان کے فریب میں آگئے۔ فرقہ بندی کی ابتداء ہوئی اور اس طرح ایک اسلام کے کئی اسلام بن گئے۔'' (صلوٰۃ المسلمین ص 438,437)

ان اقتباسات میں مسعود صاحب نے جن خارجی اور سبائی فتنوں کا تذکرہ کیا ہے وہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں اٹھے، جب کہ خلافت قائم تھی۔ کیا یہ فرقے ختم ہوگئے؟ آج تک سبائی و خارجی فتنوں کا وجود باقی نہیں؟ اگر نہیں رہا تو مسعود صاحب نے ''ذہن پرستی'' میں ''سبائیت۔ ذہن پرستی کی سازشیں'' (ص 32 تا 36) کن لوگوں کے خلاف لکھا؟ ان کا وجود یہ ثابت کرتا ہے کہ خلافت بلکہ خلافت راشدہ کے دور میں دشمنان اسلام کی سازشوں سے اٹھنے والے باطل فتنے نیست و نابود نہیں ہوئے تھے، ان کی اپنی تحریروں اور حقائق سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ خلیفہ کے زمانے میں فتنے پیدا ہوئے اور باقی بھی رہے۔ اپنی مصنوعی امارت کو بچانے کے لیے ان کا تراشا ہوا ''عذر لنگ'' قطعاً قابل قبول نہیں۔

(۵) مزید جانیے، مسعود صاحب نے لکھا: ''حضرت علیؓ (کو اندیشہ ہوا کہ کہیں منافقین جو دونوں طرف شریک ہیں کوئی فتنہ نہ کھڑا کر دیں اس لئے انہوں) نے حضرت عمار اور حضرت حسنؓ کو کوفہ روانہ کیا کہ وہ وہاں کے لوگوں کو مقابلہ کے لئے ابھاریں (تاکہ بروقت فتنہ کو دبایا جا سکے)'' (تاریخ الاسلام ص 768)

(۶) نیز لکھا ہے: ''بلوہ صفّین (اسی قسم کا دوسرا بلوہ قاتلین عثمان نے صفّین کو مقام پر کیا اور حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی گفت و شنید کو ناکام بنا دیا۔ صحابہ کرام نے ان فتنوں کو روکنے کی کوشش کی لیکن خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔'' (حوالہ بالا ص 769)

دیکھ لیجئے! خلافتِ راشدہ کا دور ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہیں، لیکن مسعود صاحب نے صاف صاف لکھا: فتنوں کو روکنے......میں ''خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔''

(۷) سیدنا ابو بردہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے حالات میں مسعود صاحب نے لکھا:

''**فتنوں سے کنارہ کشی:** فتنوں کے زمانے میں وہ قریش سے ناراض تھے اور اس پر انہیں ثواب کی امید تھی'' (تاریخ الاسلام ص 818)

یہاں بھی مسعود صاحب نے دورِ ''خلافت'' کے لئے ''فتنوں کے زمانے'' کے الفاظ لکھے۔

(۸) سیدنا جُندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھا:

''حضرت جندب فتنہ کے زمانہ میں لوگوں کو نصیحت کیا کرتے تھے۔''

''ایک مرتبہ **فتنوں کے زمانے** میں ایک آدمی کو حضرت عسعس کے پاس بھیجا اور اُن سے کہلوایا کہ اپنی برادری کے لوگوں کو میری بات سننے کے لئے جمع کرو'' (حوالہ بالا ص 885)

(۹) سیدنا سہل بن حُنیف رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھا:

''جب **فتنے پھیلے** اور دشمنانِ اسلام کی سازش سے جمل اور صفین کے بلوے ہوئے'' نیز لکھا:

''جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت علیؓ نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی'' (حوالہ بالا ص 923)

(۱۰) مسعود صاحب نے لکھا:

''حضرت علیؓ کے زمانے میں منافقین کا فتنہ زوروں پر تھا۔ یہ لوگ اسلامی عقائد کے خلاف

کافرانہ عقائد مسلمین میں پھیلا رہے تھے'' (حوالہ بالا ص772)

(۱۱) مزید لکھا: ''اس پرآشوب زمانہ میں جبکہ حضرت علیؓ بلند پایہ کارنامے انجام دے رہے تھا کہ یکا یک کسی (منافق) نے آپ کو شہید کر دیا۔'' (حوالہ بالا ص773)

(۱۲) مسعود صاحب نے لکھا: ''صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں: حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ سے بیعت نہیں کی ......صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد نے دورِ فتن میں کسی سے بیعت نہیں کی'' (حوالہ مذکورہ کالم نمبر3 ص17)

صلاح الدین صاحب نے خود ہی ''دورِ فتن'' کہہ کر بیعت نہ کرنے کے عذر کو بیان کر دیا۔ اب ہم کیا لکھیں مگر ہم ......اتنا ضرور پوچھتے ہیں کہ اگر دورِ امن ہوتا اور بیعت عامہ ہو گئی ہوتی پھر بھی یہ لوگ بیعت نہ کرتے تو کیا معذور ہوتے؟'' (الجماعۃ ص58، آئینہ دار ص627)

ہم کیا کیا اور کتنا لکھیں؟ مسعود صاحب نے تناقض وتضاد کا شکار ہو کر اپنی ہی تردید کر ڈالی اور چوتھے خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کو صاف الفاظ میں ''دورِ فتن'' کہہ دیا اور یہ بھی کہ یہ ''دورِ امن'' نہیں تھا، نیز یہ بھی کہ اس پُرآشوب دور میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ شہادت کی سعادت پا گئے، گویا ان کی شہادت تک فتنے باقی رہے۔ ہم نے مسعود صاحب کی اپنی کتاب ''تاریخ الاسلام'' میں بخاری ومسلم کی روایات سے یہ بات ثابت کی ہے کہ خلافت کے دور میں بھی فتنے ہوئے، جبکہ باقی بھی رہے جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان مسلمہ حقائق کے باوجود مسعود صاحب اور ان کی جماعت کا یہ کہنا کہ خلیفہ کی موجودگی میں فتنے نہیں ہو سکتے محض عقلی ڈھکوسلے سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ اس سے ان لوگوں کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ شر وفتن کے دور میں خلافت ہو ہی نہیں سکتی تو ایک محکوم محض شخص کو حکمران مانتے رہو لیکن ان کے اپنے ہی قلم سے ان کا یہ دعویٰ بار ہا باطل ثابت ہوا، دورِ خلافت میں ہی ہر قسم کے فتنے، مثلاً: اسلامی عقائد کو مسخ کرنا، احادیث گھڑنا، اہل اسلام کو آپس میں لڑانا۔ (خلیفہ راشد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت، اس بغاوت میں باغیوں کا ان کو شہید کرنا) خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت، ان سب حقائق کو جاننے اور یہ سب کچھ تفصیل کے

ساتھ مان لینے اور بیان کر دینے کے باوجود محض اپنی خود ساختہ ''امارت'' کو بچانے کے لئے وہ ان حقائق کے خلاف ڈٹے بھی رہے۔ کاش! بغیر سمجھے بوجھے صحیح بخاری وصحیح مسلم کی کئی صحیح وثابت شدہ روایات کے سراسر خلاف واقع ہونے والی مسعود صاحب کی اس بات کو قبول کر کے آگے پھیلانے والے ان حقائق پر توجہ دے کر اپنی تقلیدی روش سے باز آجائیں اور تقلید کے بجائے دلائل سے ثابت ہونے والے حقائق کو تسلیم کر لیں۔

دوسرا جواب: اگر مسعود صاحب کا یہ فارمولا مان لیا جائے کہ ''خلیفہ کے زمانے میں فتنے باقی نہیں رہ سکتے'' تو رجسٹرڈ فرقہ کے امام کے اس اصول کے مطابق خلیفہ راشد سیدنا عثمان وخلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہما کی خلافت، خلافت ثابت نہیں ہو سکتی۔ کیا رجسٹرڈ فرقہ اس بات کو تسلیم کر سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، کیونکہ خود ان کے لٹریچر میں بھی انہیں خلیفہ اور ان کے دورِ حکومت کو خلافت تسلیم کیا گیا ہے۔

اگر مسعود صاحب کے ذاتی خیال اور رائے پر مبنی فارمولا صحیح ہے تو سیدنا عثمان وسیدنا علی علیہما السلام کی حکومتوں کو خلافت کہنا غلط ہوگا۔ (نعوذ باللہ) اگر خلافت کہنا درست ہے تو مسعود صاحب کا فارمولا غلط ہے۔ تعجب ہے رجسٹرڈ فرقہ پرستوں پر کہ اجتماع ضدین جو خود ان کے ہاں بھی باطل ہے ساتھ چلائے ہوئے ہیں۔

قولِ امام کے دفاع کی ناکام کوشش

یہی بات جب ہم نے رجسٹرڈ فرقہ کے مرکزی عہدیدار اور ''عالم'' شاہد علی صاحب کے سامنے پیش کی، کراچی کی اس نشست میں ان کی جماعت کی طرف سے ''صوابی'' ضلع کے امیر مدثر خان صاحب بھی موجود تھے اور ان لوگوں نے بھی اس گفتگو کو ریکارڈ کیا تھا۔ شاہد صاحب نے اس کے جواب میں سورۂ نور کی آیت: (55) پیش کی اور ان الفاظ سے استدلال کیا: ﴿وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا﴾ اور ضرور انہیں ان کے خوف کے بعد (خوف) بدل کر امن دے گا۔''

جواب: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے پورے کئے خلافت عطا فرمائی، دین کو تمکنت



عطا فرمادی، حالتِ خوف کو امن سے بدل دیا۔ پہلے ایمان لانے پر کفار کی آزمائشوں کا خوف تھا، پھر کفار بالادستی قبول کر کے جزیہ دینے لگے۔ اسلام قبول کرنے پر کسی قسم کا خوف نہ رہا۔ قیصر و کسریٰ مفتوح ہوئے، لیکن اس آیت میں یہ بات قطعاً نہیں کہ اس کے بعد کفار و منافقین اپنی سازشوں اور چالبازیوں، مکر وفریت سے باز آجایں گے، بلکہ کئی آیات میں ان کے مکر و فریب کا تذکرہ بھی ہے۔

اور اس کا واقعاتی ثبوت بخاری، مسلم اور کئی کتب احادیث میں صحیح سندوں سے ثابت بھی ہے، اور یہ وہ تاریخی حقیقت ہے کہ جسے لاکھ مجبوریوں کے باوجود رجسٹرڈ فرقہ پرست بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اگر یہ سب کچھ تسلیم کرنا آپ لوگوں کے خیال سے آیتِ بالا کے خلاف ہے تو پھر پہلے اپنے لٹریچر کی تطہیر کیجئے، اس کے ضعف و سقم کو دور کرنے کا اعلان کیجئے، اس میں موجد تناقض و تضاد کا اظہار و اعتراف کیجئے، درجن بھر مثالیں تو آپ کے سامنے عرض کی جا چکی ہیں۔ صحیحین سے ثابت باسند باتیں قطعاً غلط نہیں، لہٰذا شاہد علی صاحب کی دفاعِ امام و فرقہ پر مبنی یہ کاوش و استدلال سراسر غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق عطا فرمائے کہ وہ ضد چھوڑ کر حق بات قبول فرمائیں اور باطل و غلط باتوں کے دفاع سے باز آجائیں، آمین یارب العالمین۔

رجسٹرڈ جماعت کے ساتھیو! کمال یہ نہیں کہ اپنے مؤقف پر کچھ نہ کچھ قرآن یا حدیث سے پیش کر دیا جائے، ایسا تو ہر فرقے کے لوگ کر سکتے ہیں۔ مسعود صاحب کی تالیفات میں سے ''تلاش حق'' اور ''التحقیق فی جواب التقلید'' آپ کے سامنے ہیں، آپ دیکھ سکتے ہیں دلائل تو دوسرے فرقے نے بھی دیئے، لیکن ان دلائل سے ان کا مؤقف ثابت نہیں ہوتا۔ اسی طرح ''ذہن پرستی'' میں قادیانی تک کے دلائل اور ان کے جواب مذکور ہیں، ''تفہیم اسلام'' میں منکرین حدیث کے دلائل بھی۔ گویا دلیل تو باطل سے باطل پرست بھی دیتے ہیں، لیکن دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ اس دلیل سے ان کا مؤقف بھی ثابت ہوتا ہے؟ ایسا قطعاً نہیں ہوتا۔ افسوس کہ شاہد علی صاحب کی اس دلیل کا بھی یہی حال ہے اس طرح اس مسئلہ پر رجسٹرڈ فرقہ کے دلائل کا معاملہ ہے۔ غور کیجئے۔ لِلّٰہ غور کیجئے کہ یہ آخرت کا معاملہ ہے۔

از افادات

امام ابوبکر محمد بن الحسین الآجری رحمہ اللہ

ترجمہ وحواشی

ابو احمد محمد وقاص زبیر

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت، ان کے لیے دعا واستغفار اور ان کا ذکرِ خیر ایمان میں سے ہے

[اہلِ سنت، اہلِ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انبیاء ورسل کے بعد سب سے افضل واعلیٰ جماعت نبی کریم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی ہے، ان کے اسی مقام و مرتبہ کے پیش نظر ائمہ اہل سنت، اہل حدیث کا اس پر اجماع ہے کہ ان کے باہمی اختلافات و تنازعات کو ذکر نہ کیا جائے بلکہ ان سے محبت کی جائے اور ان کے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کی جائے اور ان کے فضائل ومحاسن بیان کیے جائیں۔

امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم (المتوفی 327ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (ابو حاتم الرازی المتوفی 277ھ) اور امام ابو زرعہ الرازی (المتوفی 264ھ) سے اصول دین سے متعلق اہل سنت کا موقف پوچھا: جس پر انھوں نے تمام علاقوں کے علماء کو پایا؟ تو ان دونوں نے جواب میں فرمایا: ہم نے جس عقیدے پر تمام علاقوں مثلاً: حجاز، عراق، شام، مصر اور یمن وغیرہ کے علماء کو پایا وہ اسی مذہب پر تھے۔

(پھر انھوں نے مختلف اجماعی عقائد ذکر کیے ان میں سے ایک عقیدہ یہ بھی بیان فرمایا:)

”وَالتَّرَحُّمُ عَلَى جَمِيعِ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَالْكَفُّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ“

محمد ﷺ کے تمام صحابہ کے لیے رحمت کی دعا کی جائے اور ان کے باہمی اختلافات کے بارے میں (گفتگو) سے باز رہا جائے۔ (عقيدة الرازيين ص239 ضمن جمهرة عقائد ائمة السلف جمعها: محمد محب الدين أبو زيد نیز دیکھئے: الجامع فی عقائد و رسائل أهل السنة والأثر، از الشيخ عادل حمدان، ص: ٥٢٠)

اس اجماعی عقیدے کی توضیح شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب

''عقیدۂ واسطیہ'' میں فرمائی جس کا مفہوم درج ذیل ہے: اہل سنت والجماعت روافض کے طریقے سے برأت کا اظہار کرتے ہیں جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتے ہیں، اسی طرح ناصبیوں کے طریقے سے بھی بری ہیں جو اہل بیت کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات میں اہل سنت خاموشی اختیار کرتے ہیں ان کا یہ عقیدہ نہیں کہ تمام صحابہ معصوم عن الخطا ہیں، تاہم (مغفور یقیناً ہیں اور) ان سے فی الجملہ بعض غلطیاں سرزد ہوئیں، لیکن ان کا ایمان میں سبقت لے جانا اور بے شمار فضائل ومناقب ان کی مغفرت کو لازم کر دیتے ہیں، اگر وہ غلطیاں واقعی ان سے ثابت ہو جائیں، جبکہ معاملہ تو یہ ہے کہ انہیں جو غلطیوں پر بخشش کا حصول ہے وہ ان کے بعد آنے والوں کو حاصل نہیں، کیونکہ ان کے حصے میں جو نیکیاں آئیں وہ بعد والوں کے نصیب میں نہ آسکیں۔

ان سے صادر ہونے والی غلطیاں بھی ان احوال سے خالی نہیں:

① انھوں نے سرزد ہونے والی غلطیوں پر یقیناً توبہ کی ہوگی۔

② انھوں نے ایسی نیکیاں کیں جن کی وجہ سے ان کی غلطیاں مٹ گئیں۔

③ وہ غلطیاں معاف کر دی گئیں، ان کے ایمان میں سبقت لے جانے کی فضیلت کی وجہ سے یا نبی کریم ﷺ کی شفاعت کے باعث، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب سے زیادہ آپ کی شفاعت کے حق دار ہیں۔

④ یا ان کو اس دنیا میں ایسی آزمائش سے دوچار کیا گیا جس کے باعث ان کی غلطیوں کو معاف کر دیا گیا۔

یہ معاملہ ان کی ان غلطیوں کے ساتھ ہے جو واقعی غلطیاں ہیں، رہا اجتہادی امور کا معاملہ تو ان میں بخشش کیوں نہیں، جبکہ صحیح ہونے کی صورت میں دہرے اجر اور اگر خطا ہو جائے تب بھی ایک اجر کے مستحق ٹھہرتے ہیں اور غلطی معاف ہے۔

ان میں سے بعض کی قلیل اور بہت ہی تھوڑی غلطیاں ان کے بے بہا اور کثیر فضائل و محاسن کے سامنے آخر کیا مقدار رکھتی ہیں جو کہ ان کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان

لانے، اس کے راستے میں جہاد کرنے، ہجرت، اس کے دین کی نصرت، علم نافع اور عمل صالح کی صورت میں ہیں۔

جو شخص علم، بصیرت اور انصاف کے ساتھ ان کی سیرت اور فضائل کا مطالعہ کرے گا وہ یقینی طور پر جان لے گا کہ وہ انبیاء کے بعد سب سے بہترین مخلوق تھے، نہ کوئی ان جیسا تھا اور نہ ہو ہی سکتا ہے، وہ بہترین امت کے بہترین زمانے کے چنیدہ لوگ تھے۔

(العقيدة الواسطية لابن تيمية ص 131-129 بتحقيق الشيخ علوی السقاف)

اسی عقیدے کو امام ابو القاسم محمد بن الحسین الآجری رحمہ اللہ (المتوفی 360ھ) نے اپنی مایہ ناز کتاب "الشریعة" میں نہایت احسن انداز سے بیان کیا ہے، چنانچہ افادہ عام کے لیے اس کتاب کا ایک باب (ذكر الكف عما شجر بين أصحاب رسول اللہ ﷺ ورحمة اللہ تعالىٰ عليهم أجمعين) قارئین کی خدمت میں پیش ہے، تاکہ ان عظیم وعالی المرتبت شخصیات کے بارے میں کوئی بغض یا طعنہ زنی کر کے گناہِ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو۔

امام ابو القاسم محمد بن حسین الآجری رحمہ اللہ (المتوفی 360ھ) لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کے فضائل کے بارے میں جو کچھ ہم نے لکھا[1] اس پر غور وفکر کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ ان سے محبت کرے، ان کے لیے رحمت وبخشش کی دعا کرے اور ان کے لیے اللہ کریم کے ہاں وسیلہ تلاش کرے، یعنی رحمت ومغفرت کی دعا کے ذریعے سے اور اللہ عظیم کا اس کی دی ہوئی اس توفیق پر شکر ادا کرے، ان کے باہمی اختلافات کو ذکر نہ کرے، ان کی چھان بین نہ کرے اور نہ بحث ہی کرے۔

اگر ہم سے کوئی جاہل، فتنے کا شکار، راہ ہدایت سے بھٹکا ہوا، الجھ پڑے اور کہے: فلاں نے فلاں کے ساتھ کیوں جنگ کی؟ اور کیوں فلاں نے فلاں اور فلاں کو قتل کیا؟

اسے بتایا جائے: ہمیں اور تمہیں اس کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں جو ہمیں فائدہ نہ

[1] امام آجری نے کتاب الشریعہ کو کئی اجزا میں تقسیم کیا ہے جن میں سے آخری دس اجزا فضائلِ صحابہ پر مشتمل ہیں جس میں انہوں نے فضائل مہاجرین وانصار، خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ، اہل بیت اور دوسرے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل کو دلائل کے ساتھ ذکر کیا جن کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ والحمد للہ

دے اور نہ ہمیں اس سے متعلق جاننے پر مجبور اور مکلّف کیا گیا ہے۔ اگر کہنے والا کہے: کیوں؟ تو کہا جائے گا: کیونکہ وہ فتنے تھے جن کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشاہدہ کیا تو وہ ان میں اپنی علمی آراء پر قائم رہے اور وہ ان فتنوں کی حقیقت کو دوسروں کی نسبت زیادہ جانتے تھے۔ وہ اپنے بعد آنے والوں کی نسبت زیادہ ہدایت یافتہ تھے، کیونکہ وہ اہل جنت ہیں۔[1] ان پر قرآن اترا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور آپ کے ساتھ مل کر جہاد کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں رضوان (رضا مندی)، مغفرت اور اجر عظیم کی گواہی دی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق گواہی دی کہ وہ زمانے کے بہترین لوگ تھے، سو وہ اللہ عزوجل، اس کے رسول ﷺ اور قرآن وسنت کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے، انہیں سے علم حاصل کیا جاتا ہے، ان کے اقوال کی روشنی میں ہم زندگی بسر کرتے ہیں ان کے فیصلوں کے مطابق ہم فیصلے کرتے ہیں، ان کے سکھائے ہوئے ادب سے ہم ادب سیکھتے ہیں، ان کی پیروی کرتے ہیں اور اسی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

اگر کہنے والا کہے: ان کے درمیان اختلاف کے متعلق جاننے اور اس بارے میں بحث کرنے سے آخر ہمیں کیا نقصان ہوگا؟

---

[1] تمام صحابہ کرام قطعی طور پر جنتی ہیں اس کے بہت سے دلائل ہیں جن میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے:
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَّعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ (الحدید:10)
''تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے قبل انفاق (فی سبیل اللہ) اور قتال کیا وہ (دوسروں کے) برابر نہیں، ان لوگوں کا درجہ ان سے کہیں بڑھ کر ہے جنھوں نے (فتح مکہ) کے بعد انفاق وقتال کیا اور اللہ تعالیٰ کا سب سے ''اَلْحُسْنٰی'' کا وعدہ ہے اور جو تم کرتے ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔''
یہ آیت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شامل ہے جنھوں نے فتح مکہ سے قبل اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور قتال کیا اور جنھوں نے اس کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور قتال کیا ان سب سے اللہ تعالیٰ نے ''اَلْحُسْنٰی'' کا وعدہ فرمایا ہے اور ''اَلْحُسْنٰی'' سے مراد جنت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (یونس:26)

''جن لوگوں نے نیکیاں کیں انہیں کے لیے ''اَلْحُسْنٰی'' ہے اور کچھ مزید (بھی) ان کے چہروں پر نہ تو سیاہی چھائے گی اور نہ ذلت، یہی لوگ اہل جنت ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' اس آیت کی تفسیر میں ''اَلْحُسْنٰی'' سے مراد حدیث میں بھی جنت ہی ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم:181، دار السلام:449-450)

یہی وجہ ہے کہ امام المفسرین ابن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 310ھ) فرماتے ہیں: اس میں سب سے صحیح ترین قول یہ ہے کہ کہا جائے: بلا شبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نیک بندوں سے ان کی نیکیوں کے بدلے میں ''اَلْحُسْنٰی'' کا وعدہ کیا ہے کہ انہیں اس کی خالص اطاعت کرنے پر جنت بطورِ جزا دے گا۔

(تفسیر الطبری 227/6) مزید دیکھیے سورة النساء :96-95

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۝ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا﴾ (الأنبیاء:102-101) ''بے شک جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے پہلے بھلائی طے ہو چکی ہے وہ اس (جہنم) سے دور رکھے جائیں گے۔ (یہاں تک کہ) اس کی آہٹ بھی نہیں سنیں گے۔''

اس آیت کے مصداق انبیاء ورسل اور گزرے ہوئے صالحین کے ساتھ ساتھ تمام صحابہ کرام بھی ہیں، جیسا کہ سیدنا محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خطبہ میں (یہ آیت تلاوت کرتے) سنا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ﴾ "عثمان منهم" کہ عثمان رضی اللہ عنہ بھی انہیں میں سے ہیں (یعنی جن کے لیے ''اَلْحُسْنٰی'' جنت طے کر دی گئی ہے)۔ (تفسیر الطبری:118/8، مصنف ابن أبی شیبة: 363/6 ح 32052 وسندہ صحیح) یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 456ھ) نے اس آیت اور سابقہ آیات سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قطعی جنتی ہونے کی دلیل لی ہے۔ (دیکھئے الفصل فی المِلل والاھواء والنِحل لابن حزم 116-117/4، الاصابه فی تمییز الصحابة لابن حجر 163/1)

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قطعی جنتی ہونے کے لیے مزید قرآنی آیات ملاحظہ فرمائیں: التوبة: 88، 89، 100، آل عمران:195-191، الاعراف:43، التحریم:8، الفتح:18، المجادلة:22 وغیر ذلك۔

نبی کریم ﷺ کی احادیث میں مختلف انداز سے صحابہ کرام کو جنتی قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً: تمام اہل بدر جنتی ہیں۔
(دیکھیے صحیح البخاري:39، 83)

اسی طرح بیعت رضوان والوں میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ (دیکھئے صحیح مسلم:2496)

آپ ﷺ نے ایک ہی وقت میں دس صحابہ کے نام لے کر انہیں جنت کی خوش خبری سنائی، انہیں عشرہ مبشرہ بھی کہا جاتا ہے۔ (دیکھیے سنن الترمذی: 3747 وسندہ صحیح)

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خاص طور پر جنتی یا عذاب سے نجات کی خوش خبری دی، مثلاً: سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو بطورِ خاص فرمایا: ''وہ آگ والوں میں سے نہیں، بلکہ جنتی ہے۔''
(دیکھیے صحیح البخاري:4846، صحیح مسلم:119) =

تو اسے کہا جائے گا: اس میں کوئی شک نہیں (کہ ہمیں نقصان ہوگا) کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں فہم وفراست ہم سے کہیں بڑھ کر تھی اور ہماری عقلیں بہت چھوٹی ہیں، ان کے درمیان کے اختلافات کو موضوع بحث بنانے سے ہم کبھی محفوظ و مامون نہیں رہ سکتے (لامحالہ) ہم راہِ حق سے پھسل جائیں اور ان کے متعلق جو ہمیں حکم دیا گیا ہے اسے بجا نہ لائیں گے۔ اگر کہنے والا کہے: ہمیں ان کے متعلق کس چیز کا حکم دیا گیا ہے؟

= سیدنا و محبوبنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہوں گے۔ (سنن الترمذی: 3781 وسندہ حسن)

اسی طرح سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بطورِ خاص ہدایت یافتہ قرار دیا اور عذاب سے نجات کی دعا دی۔

(سنن الترمذی: 3842، التاریخ الکبیر للبخاری: 240/5 وغیرہ وھو صحیح، مسند أحمد: 127/4 وسندہ حسن)

پہلی دفعہ سمندر میں جہاد کرنے والے گروہ کو جنت کی خوش خبری دی گئی۔ (صحیح البخاری: 2924)

اور اس لشکر میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ (صحیح البخاری: 2799,2800)

اسی طرح ام المومنین سیدہ طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خاص طور پر جنتی قرار دیا۔

(صحیح ابن حبان: 7095,7096 وسندہ صحیح)

اور ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں بنے موتیوں کے محل کی خوشخبری دی گئی ہے۔ (صحیح البخاری: 3820؛ صحیح مسلم: 3432)

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کو جنتی عورتوں کی سردار قرار دیا۔

(سنن الترمذی (3781 وسندہ حسن) وغیر ذلك۔

یہ تو تھی صحابہ کرام میں سے خاص جماعت یا خاص افراد کو جنت کی خوش خبری۔ ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اپنے تمام صحابہ کو عمومی طور پر آگ سے نجات کی خوش خبری دی، چنانچہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: «لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِي أَوْ رَأَى مَنْ رَآنِي» ''اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا، یا اسے دیکھا جس نے مجھے دیکھا۔''

(سنن الترمذی: 3858 وسندہ حسن)

یعنی معلوم ہوا جس نے بھی ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، ملاقات کی اور اسی ایمان پر دنیا سے چلا گیا اسے آگ نہیں چھوئے گی، یہ حدیث تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جہنم سے آزاد ہونے اور جنتی ہونے کی بہت بڑی دلیل اور ان کے لیے خوش خبری ہے۔ والحمدللہ

اسے کہا جائے: ہمیں ان کے لیے استغفار کرنے، رحمت کی دعا کرنے، ان سے محبت اور ان کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے، اس پر کتاب وسنت اور ائمہ مسلمین کے اقوال دلالت کرتے ہیں، ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ ان کے باہمی اختلافات کو ذکر کریں، انہیں رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہے، آپ نے ان سے رشتے کیے اور انہوں نے آپ سے رشتے داریاں کیں [1] تو آپ کی صحبت ہی کی وجہ سے اللہ کریم نے انہیں معاف فرما دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں انہیں ضمانت دی کہ ان میں سے کسی کو شرمندہ نہیں کرے گا [2] اللہ تعالیٰ نے ہماری رہنمائی کے لیے اپنی کتاب میں بیان فرمایا کہ بے شک ان کے اوصاف تورات اور انجیل میں بھی ہیں اور ان کی عمدہ ترین صفات بیان کیں اور اچھی تعریف کی [3] اور ہمارے مولیٰ کریم نے ہمیں خبر دی کہ اس نے انہیں معاف فرما دیا اور جب اس نے انہیں معاف فرما دیا تو ان میں سے کسی ایک کو بھی کبھی عذاب نہیں دے گا۔ [4] اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے: ﴿أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

(المجادلة: 22)

''یہی اللہ کی جماعت ہے، جان لو! بیشک اللہ ہی کی جماعت فلاح پانے والی ہے۔''

اگر کہنے والا کہے: اس سے میری مراد محض یہ ہے کہ ان کے مابین جو ہوا اس سے واقف ہو جاؤں تاکہ مجھ پر وہ حالات نہ آئیں جن میں وہ مبتلا تھے، لہٰذا میں ان حالات کا

[1] جیسے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے گھر تھیں اور دونوں مومنوں کی مائیں بنیں، اِسی طرح خود نبی کریم ﷺ نے اپنی دو بیٹیاں ام کلثوم اور رقیہ رضی اللہ عنہما کو یکے بعد دیگرے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عقد میں اپنی ایک بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی یہ فضیلت حاصل ہے کہ آپ کی بہن سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے نکاح میں آکر مومنوں کی ماں بنیں۔ اسی وجہ سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو ''خال المومنین'' یعنی مومنوں کا ماموں کہا جاتا ہے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر: 38/42)

[2] التحریم: 8 [3] الفتح: 29

[4] التوبة: 117، الانفال: 74,75 وغیرہ۔

جاننا پسند کرتا ہوں اور ان سے بے خبر نہیں رہنا چاہتا۔

اسے کہا جائے گا: تم تو فتنے کے طلب گار رہو، کیوں کہ تم ایسی بات کی تلاش میں ہو جس سے تمہیں نقصان ہوگا، فائدہ نہیں۔ اگر تم ان عبادات کی اصلاح میں مشغول ہوتے یا فکر کرتے جن کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں مکلّف بنایا ہے، فرائض کی ادائیگی کرتے اور محرمات سے اجتناب برتتے، تو یہ تمہارے لیے افضل اور بہتر ہوتا۔ خاص طور پر ہمارے اس زمانے میں کہ جس میں گمراہی اور بری خواہشات کی صورت میں قبیح اعمال ظاہر ہو چکے ہیں۔

نیز اسے کہا جائے گا: تمہارا اپنے کھانے اور لباس کے بارے میں سوچنا کہ کہاں سے آیا ہے؟ تمہارے لیے بہتر ہے، اپنے درہم (روپے پیسے) کے بارے میں فکر کرو کہ کہاں سے آئے ہیں اور تم کہاں خرچ کر رہے ہو؟ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ہمیں تو اس بات کا خدشہ ہے کہ تم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین مشاجرات کی چھان بین اور اس سے متعلق بحث و تمحیص کرتے رہو اور تمہارا دل اس (بدعت) کا خوگر ہو جائے اور بالآخر تم اس چیز سے محبت کرنے لگ جاؤ گے جس سے محبت کرنا تمہارے لیے درست نہیں۔ شیطان تمہارے ساتھ کھیلنا شروع کر دے گا، پھر جن لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ حکم دیا تھا کہ ان سے محبت، ان کے لیے استغفار اور ان کا اتباع کرو، تم انہیں برا بھلا کہنے لگو گے، ان سے بغض رکھو گے تو راہ حق سے ہٹ کر باطل کے راستے پر چل نکلو گے۔

اگر وہ کہے: تو پھر ہمارے لیے کتاب و سنت اور سلف میں سے علمائے مسلمین کے اقوال ذکر کریں جو اس پر دلیل ہوں جو آپ نے کہا، تا کہ ہم اپنے آپ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات و تنازعات کے بارے میں بحث و مباحثہ سے بچا سکیں جس کے بارے میں دل کھوج لگانے کا خواہش مند ہے۔

اسے کہا جائے گا: اس کے دلائل ہم نے پیچھے ذکر کر دیے ہیں تو جو میں نے ذکر کیا، ان میں عقل والے کے لیے حجت ہے اور وہ کفایت کرنے والا ہے۔

ان (دلائل) میں سے بعض ہم یہاں دہرا دیتے ہیں تا کہ حق کا طلب گار مومن بیدار ہو جائے اور وہ آگاہ رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ...... ﴾ (الفتح:29)

"محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو (صحابہ) ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں نہایت رحم دل ہیں تو انہیں دیکھے گا: رکوع کی حالت میں اور سجدے کی حالت میں ہیں اور اللہ کا فضل اور (اس کی) رضا و خوشنودی کے طلب گار ہیں (کثرتِ) سجود سے ان کے چہروں (پیشانیوں) پر نشان پڑے ہوئے ہیں، ان کی یہی صفات تورات میں ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں بھی موجود ہیں، گویا ایک کھیتی ہے جس نے اپنی ایک کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑی ہو گئی (جو) کاشت کاروں کو خوش کرتی ہے، تا کہ وہ ان کے ذریعے سے کافروں کو غیظ و غضب دلائے......"

پھر اس کے بعد (اللہ تعالیٰ نے) ان سے بڑی بخشش اور عظیم اجر کا وعدہ فرمایا۔[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ﴾ (التوبة:117)

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے نبی (ﷺ) پر مہربانی کی اور مہاجرین و انصار پر بھی جو تنگ دستی اور پریشانی کی گھڑی میں ان کے ساتھ رہے۔"

اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (التوبة:100)

[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ یہ سورۂ فتح کی آخری آیت کے آخری حصے کی طرف اشارہ ہے۔

’’مہاجرین اور انصار میں سے جو (ایمان لانے میں) سبقت لے گئے اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے چلے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں (وہ) ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ﴾ (التحریم: 8)

’’اس دن اللہ نبی (ﷺ) کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے، شرمندہ اور رسوا نہیں کرے گا، ان کا نور (ایمان) ان کے آگے اور دائیں طرف دوڑ رہا ہو گا۔‘‘

اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ (آل عمران:110)

’’تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی (پیدا کی) گئی، نیکی کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ (الفتح:18)

’’یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے تو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا تو ان پر سکینت نازل کی اور انہیں بطورِ انعام جلد فتح عطا فرمائی۔‘‘

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی ثنا اور تعریف کی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد آئے اور وہ ان کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں اور اپنے مولیٰ کریم سے سوالی ہیں کہ وہ ان کے بارے میں ہمارے دل میں کوئی بغض اور کینہ پیدا نہ ہونے دے تو اللہ عزوجل نے ایسے لوگوں کی بہترین تعریف فرمائی، چنانچہ فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا

بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (الحشر:10)

’’اور جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمارے اور ہمارے ان بھائیوں کے گناہ معاف فرما دے جو ایمان لانے میں ہم سے سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے بارے میں کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! بلاشبہ تو بڑا شفقت کرنے والا اور نہایت رحم والا ہے۔‘‘

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ)) ’’بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر جو لوگ ان کے بعد ہیں، پھر جو ان کے بعد ہیں۔‘‘ (صحيح البخاري:6658 ، صحيح مسلم:2533 [6472])

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’إِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ فِي قُلُوْبِ الْعِبَادِ، فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ، فَابْتَعَثَهُ بِرِسَالَتِهِ، ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوْبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ، فَوَجَدَ قُلُوْبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهِ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى دِيْنِهِ.‘‘ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کی طرف نظر فرمائی تو محمد ﷺ کے دل کو تمام بندوں کے دلوں سے بہترین پایا تو انہیں اپنے لیے چن لیا اور انہیں اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا، محمد ﷺ کے دل کے بعد دوبارہ بندوں کے دلوں کی طرف نظر فرمائی تو بندوں کے دلوں میں سب سے بہترین دل (انبیاء و رسل کے بعد) آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پائے تو انہیں اپنے نبی ﷺ کے وزراء بنا دیا، وہ اس کے دین کے لیے قتال کرتے ہیں۔ (مسند أحمد 379/1 ، وسنده حسن)

امام آجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس نے اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کی یہ بات سنی، اسے یہ کہا جائے گا: اگر تو ایسا بندہ ہے جسے ہدایت کی توفیق ملی ہوئی ہے تو تُو اس نصیحت کو قبول کرے گا جس کی اللہ تعالیٰ نے تجھے نصیحت کی اور اگر تو اپنی نفسانی خواہشات کا پیروکار ہے تو میں تیرے بارے میں ڈرتا ہوں کہ تو ان لوگوں میں سے ہو جائے جن کے

بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾ (القصص:50)

''اور اس سے بڑا گمراہ کون ہے جو اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔''

یا ان لوگوں میں سے ہو جائے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ۭ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ (الانفال:23)

''اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی بھی بھلائی جانتا تو انہیں ضرور سنوا دیتا اور اگر وہ انہیں سنوا دیتا تو بھی وہ اعراض کرتے ہوئے منہ پھیر جاتے۔''

اسے کہا جائے گا: جو شخص رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کا قصد کرے حتی کہ بعض پر طعن کرے اور بعض کی طرف مائل ہو، بعض کی مذمت کرے اور بعض کی تعریف کرے تو یہ شخص فتنے کا طلب گار ہے اور فتنے میں واقع ہو چکا ہے، کیونکہ اس پر تمام صحابہ سے محبت کرنا اور تمام کے لیے استغفار کرنا واجب اور ضروری ہے، اللہ ان سے راضی ہوا۔ اللہ ہمیں ان کی محبت سے نفع عطا کرے۔ ہم مزید کچھ بیان کرتے ہیں تاکہ تیرا دل تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے سلامتی میں آ جائے اور تو ان کے باہمی اختلافات کے متعلق بحث و مباحثہ اور کریدنا چھوڑ دے۔

☆ مجاہد بن جبر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''محمد ﷺ کے اصحاب کو برا بھلا مت کہو، بلاشبہ اللہ عزوجل نے ہمیں ان کے لیے استغفار کا حکم دیا ہے حالانکہ وہ جانتا تھا کہ عنقریب وہ آپس میں لڑیں گے۔''[1]

☆ شہاب بن خراش سے روایت ہے کہ امام عوام بن حوشب رحمہ اللہ (المتوفی 148ھ) فرماتے ہیں: محمد ﷺ کے صحابہ کے محاسن بیان کرو، اس سے تمہارے دلوں میں الفت پیدا ہو گی اور ان کا اس (محاسن) کے سوا تذکرہ نہ کرو، ورنہ تم لوگوں کو ان کے خلاف ابھارو گے۔[2]

[1] وسندہ ضعیف، فضائل الصحابة لعبد الله بن أحمد (18,1741) راوی کے مبہم ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، البتہ صحیح مسلم میں عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے فرمایا: اے میری بہن کے بیٹے! لوگوں کو نبی کریم ﷺ کے اصحاب کے لیے استغفار کرنے کا حکم دیا گیا ہے (لیکن لوگوں نے) انہیں برا بھلا کہا۔ (صحیح مسلم:3022، دار السلام:7539) نیز دیکھیے سنن ابن ماجہ: ١٦٢ وسندہ صحیح [2] وسندہ حسن، السنه للخلال: 829-828۔

☆ ابو وائل شقیق بن سلمہ تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے، انہوں نے ابو میسرہ عمرو بن شرحبیل تابعی رحمہ اللہ (المتوفی 63ھ) کو دیکھا جو کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ممتاز اصحاب میں سے تھے، وہ فرماتے ہیں: میں نے (خواب میں) دیکھا کہ جیسے میں جنت میں داخل ہوا تو بنے ہوئے مینار دیکھتا ہوں۔ میں نے پوچھا: یہ کس کے ہیں؟ انہوں نے کہا: ذوالکلاع اور حوشب کے ہیں، یہ دونوں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر لڑ رہے تھے۔ میں نے پوچھا: سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: تمہارے آگے۔ میں نے کہا: (حالانکہ) انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا؟ تو اس نے کہا: وہ سب اللہ عزوجل سے ملے تو انہوں نے اسے (اللہ تعالیٰ کو) وسیع مغفرت والا پایا۔[1]

☆ عبدربہ بن عبید الازدی کا بیان ہے کہ حسن بصری تابعی رحمہ اللہ ایک مجلس میں تھے انہوں نے کچھ باتیں کیں اور محمد ﷺ کے صحابہ کا ذکر کیا تو فرمایا: یہی محمد ﷺ کے صحابہ ہیں جو اس امت کے سب سے زیادہ نیک دل، سب سے زیادہ عمیق، گہرے علم والے اور سب سے کم تکلفات والے تھے، یہ ایسی قوم تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت اور اقامت دین کے لیے چنا تو تم ان کے اخلاق اور طریقوں کی مشابہت اختیار کر۔ رب کعبہ کی قسم! بلاشبہ وہ سیدھی (راہ) ہدایت پر تھے۔[2]

امام ابو القاسم محمد بن حسین الآجری رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: دنیا کے مختلف ملکوں کے بہت سے علاقوں میں یہ بات سامنے آئی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ پر لعن طعن کرتے ہیں (خوب یاد رکھا جائے) اس کا اصحاب رسول ﷺ کو ہرگز نقصان نہیں بلکہ وہ از خود اپنے آپ کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

ماخوذ من کتاب الشريعة للآجري (636-643/2 نسخة أخرى 2488-2498/5)



[1] و سندہ صحیح، الطبقات الکبری لابن سعد 263/3، حافظ ابن حجر نے اس سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے الاصابة 158/2۔ [2] وسندہ حسن۔

شذرات الذهب

حافظ بلال اشرف

☆ مشہور تابعی ایوب السختیانی رحمہ اللہ (م:۱۳۱ھ) نے فرمایا: ”إِذَا حَدَّثْتَ الرَّجُلَ بِسُنَّةٍ ، فَقَالَ: دَعْنَا مِنْ هَذَا وَ أَجِبْنَا عَنِ الْقُرْآنِ فَاعْلَمْ أَنَّهُ ضَالٌّ“ جب آپ کسی شخص کے سامنے کوئی حدیث بیان کریں اور وہ کہہ دے کہ اسے چھوڑو، ہمیں قرآن سے جواب دو تو سمجھ لو کہ وہ شخص گمراہ ہے۔

(معرفة علوم الحديث للحاكم ، ص: ٦٥ و سنده حسن)

☆ ثقہ امام سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ (م:۱۶۱ھ) نے فرمایا: ”لَا يَسْتَقِيْمُ قَوْلٌ إِلَّا بِعَمَلٍ ، وَلَا يَسْتَقِيْمُ قَوْلٌ وَّ عَمَلٌ إِلَّا بِنِيَّةٍ ، وَلَا يَسْتَقِيْمُ قَوْلٌ وَّ عَمَلٌ وَّ نِيَّةٌ إِلَّا بِمُوَافَقَةِ السُّنَّةِ“ کوئی قول عمل کے بغیر درست نہیں، اور کوئی قول وعمل نیت کے بغیر درست نہیں، کوئی قول وعمل اور نیت سنت کی موافقت کے بغیر درست نہیں۔

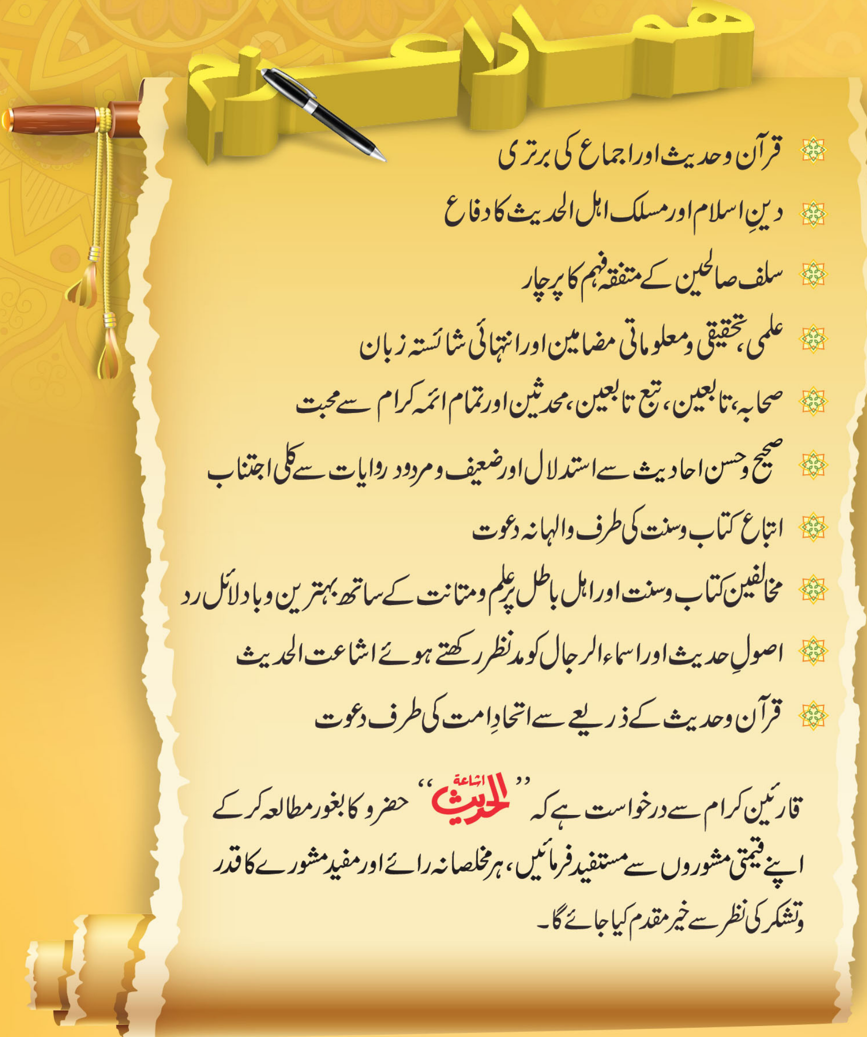
(حلية الأولياء لأبي نعيم: ٧/ ٣٢ و سنده حسن)

☆ ثقہ تابعی سعید بن جبیر الکوفی رحمہ اللہ (م:۹۵ھ) نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بیان کی تو اہل مکہ میں سے ایک آدمی نے کہا: اللہ تو اپنی کتاب میں یہ کہتا ہے؟ چنانچہ آپ بہت غضبناک ہوئے اور فرمایا: میں یہی سمجھتا ہوں کہ تم کتاب اللہ کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ٹکراتے ہو، اور رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو تم سے زیادہ جانتے تھے۔

(الجامع لأخلاق الراوی و آداب السامع للخطيب:١/ ٣٠٢، رقم: ٣٥٣ و سنده صحيح)

☆ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م: ۷۲۸ھ) نے فرمایا: ”فَالرَّادُ عَلَى أَهْلِ الْبِدَعِ مُجَاهِدٌ“ اہل بدعت کا رد کرنے والا ایک مجاہد ہے۔ (مجموع الفتاوی: ٤/ ١٣)

MONTHLY ISHA'AT **Al Hadith** HAZRO



مکتبۃ الحدیث
حضرو، اٹک پاکستان

ishaatulhadith@gmail.com
ishaatulhadith.com ishaatulhadith
0300-8663828